

شاہ اسلامیت ممبئی دی جلد



اکوڑہ خٹک

اسلام

مدیر

سمیع الحق

سرپرست

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

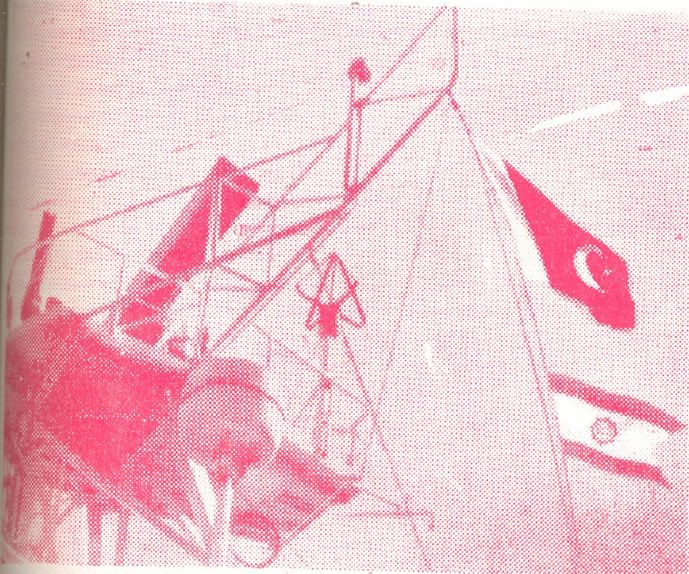
پنی این ایس سی کے لئے قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟



اس مقصد کے حصول کیلئے ہم یورپی
لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں قومی
پرچم بردار جہاز راں ادارہ ہونے کے
اعزاز نے ہمیں ایک ایسا دولہا بننا
ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد
کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا
کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے

اب جبکہ بی این ایس سی کے
جہاز دنیا کے تمام بڑے بندر گاہوں
میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں
ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں
چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل
اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر قوم کو
بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ



اسے بی سی (آؤٹ برورڈ آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت
لہذا دعوت الحق
قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

شمارہ ۵

اکوڑہ خٹک



ماہنامہ

جلد ۲۲

مدیر: سمیع الحق

جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ فروری ۱۹۸۷ء

اشیاء قیمتی

۲	مولانا سمیع الحق	نقش آغاز . الجہاد، الجہاد انقلابی پالیسیوں کی ضرورت
۱۶	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ	صحبتے با اہل حق
۲۱	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی . ریاض	پروفیسر شاخت اور حدیث نبویؐ
۳۱	جناب گل شاہ ضیعت ایم اے	اسلام کا نظام ملازمت
۳۵	مولانا سیف اللہ صدیقی	مولانا عبدالحق سلیم مروانیؒ ایک متکلم ایک محدث
۳۸	علامہ ابن قیم / مولانا سعید احمد بخاری	خیر و شر کی کنجیاں
۳۹	روایت مولانا عبدالمودت شیخ الحدیث	تاریخ دارالعلوم دیوبند کا ایک ورق
۴۵	مولانا مفتی غلام الرحمن	عقانیہ سے اندہر تک
۵۲	حافظ محمد ابراہیم فانی	شہادت گاہ بالاکوٹ
۵۵	قارئین	افکار و تاثرات
۶۱	ادارہ	بصرہ کتب

فون نمبر ڈاکٹر کسٹم

052317-340

341-342

بدل شراک

پاکستان میں ۴۰ روپے * بیرون ملک - بحری ڈاک ۶ پونڈ
نی چرچہ ۴ روپے * " ہوائی ڈاک ۱۰ پونڈ

سمیع الحقی استناد دارالعلوم عقانیہ نے منظور عام پریس اپنا دور سے چھپوا کر دارالعلوم عقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقش آغاز

اسلامی انقلاب — الجہاد — الجہاد

جمعیت العلماء اسلام کو انقلاب انگیز پالیسی اپنانا ہوگی۔

بنا ب مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے جمعیت العلماء اسلام کی نئی ذمہ داریوں اور نظامت علیا کے پیش نظر دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ اور جمعیت طلباء اسلام اکوڑہ خشک کے کارکنوں کا بھی ملک کے دیگر اضلاع کے جماعتی اکابر اور کارکنوں کی طرح دارالعلوم میں انہیں استقبالیہ دینے کا اصرار تھا۔ مگر قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کا اپنے گھر میں ایسی تقریبات کو پسند نہ کرنے اور مسلسل مصروفیات جماعتی و تنظیمی اسفار، متحدہ شریعت محاذ اور سینٹ کے اجلاسوں میں شمولیت اس کے التزام کا باعث بنتے رہے۔ چنانچہ ۷ فروری کو حسن اتفاق سے حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری اور جمعیت کے دیگر مرکزی رہنماؤں کی دارالعلوم تشریف آوری کے موقع کو غنیمت سمجھ کر جمعیت کے کارکن استقبالیہ تقریب کے انعقاد میں کامیاب ہو گئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ نے صدارت کی دارالعلوم کے مشائخ و اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ ضلع ہزارہ، مردان، پشاور ڈیرہ اسماعیل خان، بلوچستان اور پنجاب سے جمعیت علماء اسلام اور جمعیت طلباء اسلام کے مرکزی رہنماؤں اور کارکنوں نے شرکت کی دارالحدیث کا وسیع ہال اور سامنے کا برآمدہ کچا کچھ بھر چکا تھا۔ آخری خطاب قائد جمعیت مولانا سمیع الحق صاحب کا تھا، گھنٹہ بھر جاری رہا جو حالات حاضرہ ملک کی تازہ ترین سیاسی صورت حال، متحدہ شریعت محاذ، جمعیت علماء اسلام کے اغراض و مقاصد جماعتی موقف، دپالیسی نئے عزم، شرعی اور اسلامی نقطہ نگاہ سے اہل علم کی ذمہ داریاں اور سیاسی ترجیحات جیسے اہم موضوعات پر عادی ہے۔ اس لحاظ سے قائد جمعیت کا یہ خطاب مغربی استعمار کے خلاف برسرِ پیکار اور نفاذ اسلام کی کوششوں میں منہمک تمام دینی قوتوں اور جماعتی کارکنوں کے لئے انتہائی نگر انگیز اور الٹی توجہ ہے۔ ایذا ٹیپ ریکارڈر سے من دین نقل کر کے افادہ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہے۔

(عبدالقیوم حقانی)

العلماء ورثة الانبياء۔ محترم علماء کرام، مشائخ عظام، حضرات اساتذہ اور عزیز طلبہ !
 کافی دنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کی خواہش تھی اور ایک پروگرام کا ارادہ تھا کہ یہاں مجھے جمعیت علماء
 اسلام کی خدمت اور نئی ذمہ داریوں کے پیش نظر استقبالیہ دیں مگر میں نے اعذار پیش کئے اور ان سے
 عرض کیا کہ : یہ تو دارالعلوم، مادر علمی اور اس علمی گھرانے کی اپنی مسرت اور خوشی ہے۔ میں اس گھر کا اور حقانی برادری
 کا ایک فرد ہوں۔ ہم سب ایک گھر کے افراد ہیں۔ جب واحد اور ایک مادر علمی کی اولاد ہیں۔ اور سب بھائی ہیں۔
 اپنے ہی گھر میں مبارکبادیں اور استقبالیے۔ میں اسے ایک شائستہ امر نہیں سمجھتا۔ یہ معاملہ تو وہی ہے جو متنبی
 نے کہا تھا کہ ۔

انما التهنئات للاقفاء ولمن يتبع من البعداء
 وانا منك لا يهتتى عضو بالمسرات الى سائر الاعضاء

ترجمہ : بیشک مبارکبادیاں ہم سرد کیلئے ہیں اور اس شخص کے واسطے جو دور افتادوں میں سے نزدیک
 ہو۔ اور میں تو تمہی سے ہوں گویا تیرا ایک جز ہوں اور ایک عضو بقیہ اعضاء کو خوشیوں کی مبارکباد نہیں دیتا ہوں۔
 وانا منكم ہم سب ایک جسم کے اعضاء اور جوارح ہیں۔ کوئی دل ہے۔ کوئی دماغ ہے، کوئی ہاتھ ہے کوئی
 پاؤں ہے کوئی کان اور کوئی آنکھ ہے۔ میں نے کہا اور بار بار کہا کہ دیکھو ! ایک عضو دوسرے عضو کو مبارکباد
 پیش نہیں کرتا۔ یہ موقع مبارکباد کا نہیں، مبارکباد تو تب دی جاتی ہے۔ جب بے انتہا مسرتوں اور خوشیوں
 سے انسان مالا مال ہو کوئی سہولت اور راحت حاصل ہو۔ یہ خوشی کا مقام نہیں، عزیز طلبہ ! میں نے آپ
 سے عرض کیا تھا کہ آپ میرے ساتھ تعزیت کریں، ہمدردی کریں۔ ایک شخص جب ایک نوجوان نہیں اٹھا سکتا
 اور آپ اس پر بیٹن من بوجھ لادیں تو اس موقع پر اس کو مبارکباد نہیں دی جاتی بلکہ اس سے ہمدردی کی جاتی ہے۔
 کاسفاذ بح بخیر سکین۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ اب تو میری حالت یہی ہے کہ بغیر چھری کے ذبح کیا جا رہا ہوں
 بہر حال یہ حقیقت ہے کہ جب لاہور کے عظیم اجلاس میں اکابر نے جنرل سیکٹری کیلئے میرا نام پیش کیا
 تو میں نے وہاں بھی اپنی مجبوریوں، معذرتیں اور واقعی اعذار بیان کر دیے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ میں اس عظیم
 منصب اور اہل حق کے قافلہ کی خدمت کیلئے خود کو اہل نہیں سمجھتا اس لئے کہ علم میں، عمل میں، شجاعت اور بہادری
 میں، ہر لحاظ سے میں ادنی ترین اور خود کو گنہگار انسان سمجھتا ہوں۔ جمعیت علماء اسلام تو کاروان حق کی ایسی مقدس
 جماعت اور ایسی برگزیدہ شخصیتوں کی جماعت ہے کہ اس جماعت کے کارکنوں کی جوتیوں میں بھی اگر کسی خوشی یا
 کو جگہ مل جائے تو یہ اس کیلئے دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہے، علاوہ ازیں دارالعلوم کی مصروفیات، شریعت علماء
 کے مشاغل، پارلیمنٹ کے امور، علاقائی ضرورتیں، آپ شب و روز مجھے دیکھتے ہیں۔ میں اتنا بڑا بوجھ اور اتنی

بڑی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا تھا۔ مگر حضرت امیر مرکزہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم نے حکم فرمایا، تو میں نے منت، وساجت اور عجز و انکسار سے اور رو کر درخواست کی کہ مجھے معاف رکھا جائے میں اس کا اہل نہیں مگر کسی بھی طریقہ سے میرا عذر سموع نہ ہوا تو میں سمجھ پایا کہ اب قہر درویش برجان درویش والی بات بن گئی ہے اس میں اور اس ذمہ داری کے سونپ دئے جانے میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں، نہ میرے اندر صلاحیت ہے۔ اور نہ اس میں کوئی سیاست، بازی ہے۔ نہ میری کسی سے حسد ہے۔ اور نہ کسی سے مقابلہ ہے۔ واللہ العظیم میں اس عہدہ کے قبول کرنے میں کسی سے کوئی مقابلہ نہیں کرنا چاہتا یہ سب فیصلے تقاریر ہی میں فیصلے خالق کائنات کی طرف سے ہوتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے ہر کام میں اس کے وسیلوں، مصالح اور لاکھوں حکمتیں ہوتی ہیں میرا تو یہ خیال ہے کہ الحمد للہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبتیں بہت زیادہ قوی ہیں، اللہ پاک نے اس کی بنیادیں بھی گہری اور مضبوط رکھی ہیں آپ کو علم ہے کہ آپ آج جس زمین پر بیٹھے ہیں دارالحیث میں بیٹھے ہیں اس زمین پر آج سے تقریباً پانچ سو سال قبل اللہ کے راستے میں نفاذ اسلام کیلئے ایک عظیم اور مقدس خون بہایا گیا ہے۔ یعنی حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے مجاہد و جہاں سپار رفقاء نے یہاں اکوڑہ میں پڑاؤ کیا تھا اور قرین قیاس یہی ہے کہ یہاں دارالعلوم والی جگہ کے آس پاس لاکھوں کے بڑے فوجی لشکر کا پڑاؤ تھا، اور جہاد سے مقابلہ کیا۔ ۱۰ ہزار مسلح سکھوں پر مجاہدین نے شب خون مارا مولانا سید البرکات علی ندوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میری تاریخی تفتیح اور دامعالتی تحقیق یہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کے اس جہاد سے پہلے پانچ سو سال تک صحیح اسلامی اور خالص جہاد عمل میں نہیں آیا تھا، مگر شہدائے بالاکوٹ نے خالص اسلامی جہاد و قربانی سنت نبوی اور شرائط کے مطابق یہاں سے جہاد شروع کر دیا۔

یہ جہاد خالص اسلامی اور شرعی جہاد تھا۔ امیر المؤمنین سید احمد شہید پہلے اسلام کی دعوت دیتے تھے پھر جزیہ ورنہ تلوار، پھر اس جہاد میں اسلام کی تمام شرائط مکمل تھیں۔ تو بہت سے افراد شہید ہوئے یہ اکوڑہ کی جنگ تھی اور یہاں دارالعلوم اور اس کے آس پاس کی زمین پر مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سید احمد شہید نے... شہداء کے نام کی فہرست ہندوستان بھیجی جو صرف ہندوستانی تھے اور اس رات، میں شہید ہوئے تھے۔ سید احمد شہید اکوڑہ کی جنگ کو "لیۃ الفرقان" سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر اور اس کا منظر ان کے سامنے تھا وہ اس رات کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کی رات قرار دیتے تھے تو شہدائے بالاکوٹ نے اکوڑہ خٹک سے جس جہاد کا آغاز کیا تھا۔ الحمد للہ وہ ابھی تک جاری ہے۔ اس جنگ میں بڑے عظیم اور مقدس لوگوں کا خون بہا ہے۔ اکوڑہ کو جو خدا تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کیلئے منتخب کیا

اس میں بھی یہی راز ہوتا ہے۔ بڑے شہروں، آبادیوں، مراکز اور سرسبز و شاداب علاقوں کو چھوڑ کر اکوڑہ کی بنجر اور پتھریلی زمین کو منتخب کیا گیا۔ یہ دراصل ان شہداء کا خون رنگ لایا، ان کی نسبتیں قومی بھتیں ان میں ایسے نوجوان بھی تھے کہ ایک نوجوان سخت بخار کی حالت میں حاضر ہوا، بخار کی شدت سے لرز رہا تھا اور عرض کیا: امیر المومنین! میرا نام آپ نے شہداء کی فہرست سے کیوں خارج کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا تجھے بخار ہے، تم سخت مریض ہو اور دریا سے پار ہونا ہے۔ رات کی تاریکی کا سخت مرحلہ ہے۔ اس نوجوان نے عرض کیا حضرت! یہ تو جنگ اور جہاد کا آغاز ہے۔ پہلی لڑائی ہے تو خدا کی راہ میں شہید ہونا چاہتا ہوں۔ یہ ابتداء ہے تو اس جہاد میں سابقین کی فضیلت سے خود کو محروم کرنے کیلئے تیار نہیں۔

اور آج جہاد افغانستان کا بھی دارالعلوم حقانیہ سے ایک بڑا تعلق اور قومی نسبت ہے، اللہ پاک نے دارالعلوم حقانیہ کو مرکز علم بنایا۔ پھر یہاں کے اساتذہ، طلباء اور مدرسین اور فضلاء آج افغانستان کے میدان کارزار میں روس جیسی عظیم اور درندہ صفت طاقت کے ساتھ صف اول میں نبرد آزما ہیں برسرِ پیکار ہیں۔ بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبتیں ہیں۔ تو میری بھی اپنی ذاتی کوئی اہمیت نہیں، کوئی کمال اور صلاحیت نہیں، البتہ مجھے دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ اس کے ایک فرد اور خادم ہونے کی نسبت ہے۔ امیر مرکز یہ حضرت درخواستی دامت برکاتہم نے بھی اپنی تقریر میں حقانیہ کی ان نسبتوں کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، دارالعلوم حقانیہ اور جہاد افغانستان کا تذکرہ فرمایا۔ کہ فضلاء حقانیہ روس جیسی عظیم اور سپر پاور اور ایک بڑی طاقت سے لڑ رہے ہیں۔ تو میں بھی آپ کی مادر علمی کا ایک ادنیٰ فرد ہوں اور آپ حضرات جو مادر علمی کے فضلاء اور طلبہ ہیں سب میرے بھائی ہیں۔ اس موقع پر بجائے مسرت کے آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ پر خلوص دعاؤں سے میری مدد فرمائیں ہمدردی کریں، اور ہمارے اکابر اور جمعیت العلماء اسلام اس وقت جو جنگ لڑ رہے ہیں۔ لازمی ہے کہ تم لوگ صف اول میں آکر مجاہدانہ کردار ادا کرو۔ اگر گھر کے افراد پیچھے رہ جائیں اہل علم پیچھے رہ جائیں تو دنیا ان کو بری نظر سے دیکھتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ بھی اس گھر کا فرد ہے، اہل علم سے تعلق ہے، دارالعلوم ایوبیادارالعلوم حقانیہ کا فاضل ہے، جمعیت سے وابستہ ہے مگر پھر بھی دین اور غلبہ اسلام کا کام نہیں کر رہا۔ تو یہ عیب کی بات ہے۔ نازیبا اور ناشائستہ کام ہے۔

بہر حال مجھے خوشی ہے کہ آپ حضرات اور اہل علم اور جمعیت علماء اسلام کے مخلص کارکن اپنی ذمہ داری محسوس کر رہے ہیں آپ نے میرے جوئے بلند کر دئے ہیں اس پر آپ سب کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے میری پشت پناہی فرمائی۔ میں قائد یا لیڈر نہیں، میں تو آپ کا خادم ہوں۔ ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔

اب ہمارے سامنے ایک بڑا اور عظیم مرحلہ اور ایک چیلنج درپیش ہے۔ لوگ سیاست کا نام لیتے ہیں ہر طرف سے سیاست، سیاست کی آوازیں آ رہی ہیں۔ محترم دوستو! یہ سیاست ایک عارضی چیز ہے۔ مردِ جبہ سیاست، مغربی جمہوریت، الیکشن پارٹیاں، حکومتیں اور چہرے بدلنا، ایک کو بٹھانا دوسرے کو اتارنا، پھر چند روز بعد اسکو اتارنا تیسرے کو بٹھانا۔ یہ سب مردِ جبہ سیاست کے طریقے ہیں۔ مگر ہماری جدوجہد اور ججیتہ علماء اسلام کے مقاصد اس قدر کمزور اور پست نہیں ہیں، سطحی اور بے روح نہیں، میرے نزدیک اس حقیر مقصد کیلئے، اور ایسی بے مقصد سیاست کیلئے بخاری شریف، ترمذی شریف اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کا مسند جلیل چھوڑ کر محض سیاست میں لگا رہنا حرام ہے یہ کام تو دنیا پرستوں اور اقتدار پرستوں اور مفاد پرستوں کا مطمح نظر ہے۔ البتہ ہمارے سامنے ایک عظیم مقصد ہے وہ یہ ہے کہ ہماری عظیم قربانیاں، ہمارے اسلاف کی بے نظیر مساعی، سید احمد شہیدؒ کا عظیم جہاد اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کا خونِ شہادت ناخالص وہ بار آور نہیں ہوا اس کے اصل مقصدی نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔

امام انقلاب شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جدوجہد جس غرض کیلئے شروع فرمائی تھی۔ اس منزل تک ابھی تک ہم نہیں پہنچ سکے۔ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مسلسل مساعی، کوششیں اور انتھاک مجاہدے اور بے مثال قربانیاں صرف اس لئے مقیم کہ اس ملک سے انگریز کا لعنتی نظام باہر پھینک دیا جائے۔ میرا یقین ہے۔ اور آپ سب میرے ساتھ اس بات پر متفق ہوں گے کہ ابھی تک ہمیں پاکستان بن جانے کے باوجود بھی حقیقی آزادی نہیں ملی۔ جب ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم آزاد ہو تو یہ دھوکہ دیا جاتا ہے۔ حکومت فوجی ہو، صدارتی ہو، پارلیمانی ہو، میرے لئے کوئی ایک بھی حقیقی آزادی ہمیں نہ دے سکی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اکابر کی جنگ آزادی کے مقاصد اور اصل نتائج ابھی تک حاصل نہیں ہوئے۔

ہمارے ساتھ فراڈ ہوا ہے، سازش ہوئی ہے۔ اور جنگ آزادی ہم نے لڑی مگر ہمیں غلام رکھ کر بھی کہا جاتا رہا ہے کہ تمہیں آزادی مل گئی۔ مگر میرا یہ نظریہ ہے کہ ابھی تک ہم قطعاً آزاد نہیں ہیں۔ انگریز نے جاتے جاتے ہم سے ایسی چال چلی کہ اس نے اپنی ذریت کے ہاتھوں سارے کلیدی مناصب، سارا نظام، ساری عدالتیں اور اجتماعی نظام تھما دیا۔ آج اگر افغان شاہیں خلعی اور پرچی بیٹھے ہوئے ہیں تو یہ کوئی افغانی نہیں بلکہ درحقیقت یہ روس کے آگے کار ہیں خلیق اور پرچیوں کی شکل میں وہاں روس مکرانی کر رہا ہے اسی طرح ہم بھی بیوروکریسی اور انگریز کی وفادار اولاد کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ہم غلام ہیں ہمیں حقیقی آزادی نا حال ہے ہم پر اب بھی گویا انگریز حکومت کر رہا ہے میں جگہ جگہ یہی بات کہتا ہوں لوگ کہتے ہیں تم بغاوت کر رہے ہو تم خرچ کرتے ہو میں اکابرین کے ساتھ کھڑا ہوں، غلام بیٹھے ہیں شاید میری غلطی ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اس ملک کو حقیقی طور پر دارالاسلام نہیں کہہ سکتا

کیونکہ دارالحرب کہلانے کے دو بنیادی وجوہات تھے ایک تو انگریزوں کے ظالمانہ نظام کا شکوہ تھا۔ سید احمد شہید نے اور شاہ عبدالعزیز نے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔ سید احمد شہید کے مکتوبات میں مسلسل یہ لکھا ہے کہ میرا اصل مقصد انگریز ہے کہ اس کو ہندوستان سے نکالنا ہے اور یہ اس لئے کہ انگریز نے کتاب و سنت، فقہ حنفی اور نظام شریعت سے ہمیں محروم کر دیا ہے تو چالیس سال قبل ہمیں برائے نام آزادی دی گئی ہے اور کہا گیا کہ اب آزادی کی خوشیاں مناؤ لیکن کام وہی ہو رہا ہے جو انگریز کے دور میں ہوتا رہا ہے۔ بلکہ بعض تو ایسے قبیح کام ہو رہے ہیں کہ انگریز کو بھی ان کی جرات نہ ہو سکی۔ یہاں سب انگریزوں کے ایجنٹوں کا تسلط ہے سفید انگریز کی جگہ کالا انگریز حکمرانی کر رہا ہے۔

میری ساری جدوجہد اور جہاد اور موجودہ سیاست کا مٹح نظر محض جمہوریت اور محض انقلاب اور محض چیریں کی تبدیلی نہیں۔ ہمیں تو ہر دور میں ہر زمانے میں خواہ سیاسی فضا موافق ہو یا مخالفت جنگ لڑنی ہے۔ مجھے تو مارشل لار کے دور میں بھی جنگ لڑنی ہے جمہوریت کے دور میں بھی جنگ لڑنی ہے۔ آمریت اور حصول اقتدار اور مغربی جمہوریت سارے جیلے حوالے اپنے کو دھوکہ دینا ہے اپنی لیڈری اور سیاست چمکانی ہے کرسی لینی ہے۔ لیکن اس طور و طریقہ سے نظام شریعت کے لئے کچھ نہ ہو گا۔ ہمیں نظام شریعت کے لئے ایک عظیم جنگ لڑنی پڑے گی۔ خونی جنگ لڑنی پڑے گی۔ اپنے بازوؤں پر انحصار کرنا ہو گا۔ ہمیں دائیں بائیں ویسارے سے ہٹ کر سوچنا ہو گا کہ ہم حزب اللہ ہیں یا نہیں اگر حزب اللہ ہیں تو حزب الشیاطین کے ساتھ کوئی میل جول، کوئی ملاہنت اور کوئی توقع و امید نہیں رکھنی ہو گی۔ اکیلے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت پر بھروسہ کر کے آگے بڑھنا ہو گا۔ ڈٹ کر لڑنا ہو گا۔ جہاد کرنا ہو گا۔ اصل چیر: انگریزی نظام سے ٹکرا لینے کی ہے یہی ہمارا مٹح نظر ہے یہی ہماری پالیسی ہے ہم نے چالیس سال گنوا دیے ہیں۔ سیاست کے چکروں میں پڑے رہے والد العظیم! اگر ہم دو سو سال اور بھی اس طرح کی سیاست کے چکروں میں پڑے رہے تو کبھی پیپلز پارٹی آئے گی، کبھی مسلم لیگ آئے گی، کبھی نیشنل عوامی پارٹی آئے گی، کبھی ایک اسمبلی بنے گی کبھی دوسری، مگر یاد رہے گڑھا وہی ہو گا صرف اس کا لبادہ اور پالان بدلتا رہے گا۔ مگر خالص اور مکمل نظام شریعت نافذ نہیں ہو سکے گا۔ ہلڑ بازی کے ان مروجہ طریقوں سے ہم اسلام حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ ہم منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ اس طرح اسلامی انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔

ہم دوستو! اب ہم سب کا مٹح نظریہ ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ ثانوی طریقے ہیں اگر ان سے کچھ فائدہ حاصل ہے تو بقدر ضرورت استعمال کر لیں گے۔ مگر یہ دین نہیں، مقصود نہیں، اصل غرض جمعیت علماء اسلام کی جدوجہد اور شریعت محاذ کے اتحاد کی یہ ہونی چاہئے کہ ہمیں انقلابی خطوط پر ایک پروگرام مرتب کرنا ہو گا اور اللہ مدد کر سکتا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کی ہر دور میں مدد کی ہے اس کی نصرتیں مخلص بندوں کا استقبال کرتی

ہیں۔ اگر ہم نے نظام سے نکلنے کی اور خالص اسلامی نظام کو مطمح نظر نہ بنایا تو حضرت شیخ الہند کی روح تڑپتی ہے گی۔ شیخ الاسلام والمسلمین مولانا حسین احمد مدنی کی روح بے قرار رہے گی۔ شہدائے بالاکوٹ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی رو میں بے چین رہیں گی۔ کہ آزادی کے لئے ان کی قربانیاں نا حال ٹھکانے نہیں لگ سکیں۔ غیر ملکی سامراجی نظام کو اپنے سروں سے ہم نا حال ہٹانہ سکے۔

آزاد کی سب سے زیادہ یہاں کا فرما ہے الیکٹورٹ میں آج بھی جج یہ فیصلہ دیتا ہے کہ قص و سرود قانوناً جائز ہے اور پولیس کو مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ میں نے پرسوں یہ مسئلہ سینٹ میں اٹھایا تھا اور عجیب حالت ہے قوم کے سامنے صحیح واقعات نہیں آ رہے کہ ہم وہاں ہر ہلچل کیا کرتے ہیں۔ مفاد پرست سیاستدانوں نے آپ کے سامنے سیاہ اور دھندلی تصویریں رکھ دی ہیں۔ علامہ حق اور اسلام کے سپاہیوں کی کردار کشی کی جا رہی ہے۔ الحمد للہ! کہ ہم نے ایک روز بھی پارلیمنٹ کو علامہ کلیمہ الحق سے خالی نہیں چھوڑا۔ تو میں نے کہا، ایوان میں کہا کہ عدالت کے اس فیصلے پر ہم لعنت بھیجتے ہیں جس میں قص و سرود کے جواز کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت اور حدود اللہ کی پامالی کا حق کسی جج اور دنیا کی کسی بھی عدالت کو حاصل نہیں۔ میں نے پارلیمنٹ میں حکومت پر واضح کیا کہ تمہارا سلامینزیشن (نفاذ اسلام کی کوششیں) تو اب چکلوں میں پہنچ کر قص و سرود کی اجازتیں دے رہا ہے اور قانونی جواز مہیا کر رہا ہے۔ تو اس پر سینٹ کے چیئرمین نے مجھ سے کہا۔ مولانا! آپ نے موسیقی نہیں سنی اس میں بڑا لطفت ہے۔ روح کی غذا ہے۔ اخبارات میں اس کی کچھ جھلکیاں آگئی ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ موجودہ حکومت نے تو گھر گھر کمپیوزک سنٹر بنا دیا ہے تم نے وی سی آر اور وڈیو کیسٹوں کو بجٹ میں آزاد کر دیا ہے۔ اب قوم کو کوٹھے پر جانے اور موسیقی سننے کی تکلیف کیوں دیتے ہو۔

تو محترم دوستو! تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایسے حالات میں اور ایسے نظام کے ساتھ ہم لڑ رہے ہیں اور شریعت بل کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس لئے تو ہم عدالت کو پابند کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی عدالت اور کوئی جج قرآن و سنت کے خلاف فیصلہ نہ کر سکے۔ اس کے بغیر ملک میں کوئی صحیح اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔

اس پر چیئرمین صاحب پھر کہا اٹھے کہ شریعت بل کی طرف نہ آئیے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب لاہور کے جج نے فیصلہ دیا کہ ہیل منڈی (چکلوں کے بازار) میں آپ آزادانہ جاسکتے ہیں یہ اس کا اپنا فیصلہ نہیں تھا بلکہ اس کا فیصلہ پاکستان کے راج انگریزی قانون کا فیصلہ تھا اور جج مجبور ہے کہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اس کے سامنے آئین موجود ہے وہ مجبور ہے کہ اس آئین کی پابندی کرے۔ قانون میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ تو جب تک سارے قانون اور پورے مغربی نظام کے خلاف ہم جنگ نہیں لڑیں گے اس وقت تک ہم مقصد تک نہیں پہنچ سکتے۔ کہتے ہیں قانون کی بات نہ کرو۔ شریعت بل کی بات نہ کرو۔ الیکشن کرو اور پراسن

کھلاڑیوں کے لئے اقتدار کی راہیں ہموار کرو۔ ولی خان کے لئے، بنجیو کے لئے، پیپلز پارٹی کے لئے، اصغر خان کے لئے الیکشن سے تو یہی لوگ آئیں گے یا پھر مسلم لیگ آئے گی۔ لوگ وہی آئیں گے جو کل تھے اور آج ہیں صرف چہرے بدلیں گے نظام وہی رہے گا۔ جسے ۴۰ سال سے تحفظ دیا جا رہا ہے۔ یہ مفاد پرستوں کا ٹوکہ ہے جو کبھی مسلم لیگ کی شکل میں کبھی پیپلز پارٹی کی شکل میں کبھی نیشنل عوامی پارٹی کی شکل میں قوم پرست رہتے ہیں۔ پارٹیاں ہزار بلیں اسمبلیاں قائم ہوتی رہیں لیکن اصل نظام ان ہی کل پیڑوں کے ہاتھوں میں ہے جو اسلام کے بنائے مغربی نظام کے وفادار ہیں یعنی بیوروکریٹس، جو کلیدی اسمابیوں پر فائز ہیں۔ مغربی ذہن رکھنے والے وکٹار، جج اور بے دین سیاستدان۔ یہ سب آپس میں لڑتے ہیں۔ نظام مختلف رہتے ہیں لیکن دین کے بارے میں سب تمہارے خلاف متحد اور متفق ہیں لادینیت پر سب کا اتفاق ہے ایم آر ڈی کی تمام پارٹیاں اور جنرل ضیاء اور مسٹر جنجوعہ کے تمام وزراء بالخصوص وزراء قانون، وہ آپ کے دین کو، وہ اسلام کے جامع نظام کو ملازم سمجھتے ہیں۔ ۱۰ سے وہ دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ علماء کرام کو پرانے دور میں لے جا رہے ہیں۔ وہ ہمیں جاہل کہتے ہیں اور ہماری شریعت بل کی جدوجہد کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم اس کی منظوری و نفاذ کا مطالبہ کر کے ملک میں بحران پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور تقیہ کر بیسی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

میرے عزیز! تم نے حالات سے واقف نہیں تمہیں ان سے واسطہ نہیں پڑا میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ اندر باہر سے دیکھا ہے۔ ان سب کا اندر، ان سب کا ضمیر اور سب کے ذہن اسلام کے اور تمہاری مساعی نفاذ اسلام کے خلاف ہے۔ جب اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں جب سب اسے ملازم سمجھ رہے ہیں تو پھر یہاں کیا پڑی ہے کہ کبھی ایک کے پیچھے دوڑیں کبھی دوسرے کے پیچھے، میں کسی ایک سے وابستگی کا قائل نہیں جب اپنی جماعت ہے جب اپنا موقف ہے جب اپنا نظریہ ہے تو ہم کہیں لادین قوتوں کے دست نگر بنیں میں ایسی کسی بھی مدد ہمت کا قائل نہیں۔ میں ان شاء اللہ جمعیت علماء اسلام کو ایسے ہی انقلابی خطوط پر لے جانے کی کوشش کروں گا۔ میں اگر خدا نے چاہا اپنی اسلامی قوت، اپنی نظریاتی قوت اور خالص اپنی مذہبی قوت کو ایک مٹھی بنا کر، باطل سے ٹکرائوں گا میں جمعیت کو موجودہ دور کی مغربی لادین سیاست سے نکال کر خالص اسلامی سیاست کے خطوط پر چلاؤں گا۔ اور خالص اپنی قوتوں کو مستحکم کر کے آگے بڑھوں گا ان شاء اللہ۔

آپ کہیں گے ایسا انقلاب کیسے لاؤ گے؟ ایسے خطوط کون سے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں۔

جناب! افغان مجاہدین نے نہتے اور بے سروسامانی کی حالت میں کس طرح سات سال سے دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کو لوہے کے چنے چبوا کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے وہاں کون سے الیکشن ہو رہے ہیں۔ کونسی تحریکیں چل رہی ہیں۔ وہاں تو صرف اور صرف ایک ہی تحریک ہے کہ جان لڑا دو، شہادت ملے یا اسلام کی بالادستی ہو۔

وہاں کوئی ووٹ کا چکر نہیں پس چند سال قبل چند نوجوان اور اسلام کے جانباز سپاہی اٹھے سر یکٹ ہو گئے سیاست مروجہ سے بے نیاز ہو کر خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے اپنے سے بڑی طاقت کے ساتھ ٹکرا گئے اور عظیم سپر پاور کی ذلت و رسوائی کا باعث بن گئے۔ آج روسی آٹے کی ناک رکھوانا چاہتا ہے کہ کسی طرح عزت سے نکل جائیں افغانستان سے۔

تو محترم ساقیو! یہ چند ملا تھے چند مجاہد تھے چند سرفروش تھے جنہوں نے انقلابی کردار ادا کیا اسلام آئے گا ایسے انقلابی طریقوں سے آئے گا مروجہ دور میں کسی سے معاہدہ، کسی سے توڑنا، کسی سے جوڑنا اسلام کے لئے نہیں بلکہ محض سیاست کے لئے، محض حصول اقتدار کے لئے محض اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے، یہ سیاست برائے سیاست میرے نزدیک جائز نہیں۔

البتہ اسلام کے لئے، شریعت کے لئے اور نفاذ شریعت کے لئے ہر فرد سے ہر جماعت سے، اتفاق اور اشتراک کا ضروری ہے جب ہدف صرف اور صرف اسلام ہو اور منشور خالص محمدی نظام ہو تو اس کے لئے ہم ہر ایک کو دعوت دیں گے جو بھی ہمارے پاس آئے گا ہم اسے لبیک کہیں گے ہم اسے سینے سے لگائیں گے۔ اس مقصد کے لئے کوئی بھی آئے خواہ اس کا تعلق مسلم لیگ سے ہو، نیشنل سے ہو، پیپل پارٹی سے ہو خواہ جماعت اسلامی سے ہو خواہ بریلوی ہو یا اہلحدیث ہو، خواہ وکیل ہو یا جج۔ جب وہ خالص نفاذ شریعت کے جذبات سے معمور ہو کر ہماری تحریک میں شریک ہو گا تو ہم اس کو سر پر بٹھائیں گے اس کی عزت اور اکرام کریں گے۔

ہم اپنا نعرو، اپنا منشور اور اپنی شریعت کو چھوڑ کر کسی کے پیچھے نہیں چلیں گے۔ ہماری جمعیت دوسروں کا منہ نہیں بنے گی۔ ہمارے کارکن دوسروں کا کندھا نہیں بنیں گے۔

ہم نے دیکھا کہ ایران میں انقلاب آیا اس سے اسلامی انقلاب نہیں سمجھتا میں اسے صیہونی انقلاب قرار دیتا ہوں میں نے چار پانچ سال قبل اسے امریکی انقلاب کہا تھا تو مجھ سے میرے بعض دوست اس پر جھگڑنے لگے مگر آج بات نکھر کر سامنے آگئی۔ امریکہ سے لڑائی یہ سب چکر تھا اور آج ہم نے دیکھا کہ ریگن کا سارا منصوبہ ظاہر ہو گیا معاہدے ظاہر ہو گئے اور امریکہ سے ایران کو اسرائیل کے ذریعہ اسلحہ کی ترسیل ہوتی رہی۔ دنیا بھر میں اب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ایران یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ یہ ضمنی بات ہے لیکن ایک تبدیلی آئی ہے انقلاب تو بہر حال ہے مگر انقلاب کے طریقوں سے آیا ہے۔ تو حضرات علماء کرام! آپ نے بھی اتحاد کی قوت سے، ایمان کی طاقت سے، خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے۔ مروجہ سیاست سے بالاتر رہ کر خالص انقلابی طریقوں سے، ان ظالموں کو، ان جاگیرداروں اور وڈیروں کو، ان قومی مجرموں اور لٹیروں کو، غاصبوں کو، اور دین دشمنوں کو راستہ سے ہٹانا ہو گا۔ یہ روٹے دور کرنے ہوں گے۔ یہ کل پیرزے ہٹانے ہوں گے۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے ان کو جانچا پرکھا اور

خوب ٹھوڑا ہے اسلامی قوانین کے بارے میں ان شبہات کے جوابات دئے ہیں ان کو قائل کر لیا ہے ان کا ہر خدشہ دور کیا ہے۔ ان کے غلط پروپے گنڈروں کا پروہ چاک کیا ہے لیکن انہوں نے پر نالہ وہیں رکھا جہاں پہلے تھا موجودہ نظام میں آپ اس طبقے کو نہیں ہٹا سکتے۔ اقتدار پر یہی لوگ قابض رہیں گے۔ آپ ۹۵ فیصد ہیں جو نفاذ اسلام چاہتے ہیں جو غلبہ اسلام کے لئے ٹرپ رہے ہیں مگر ۵ فیصدی اس کے لئے رکاوٹ ہیں آپ کی جنگ ۵۰ فی صدی سے ہوگی آپ کا مقابلہ اس ۵ فیصدی سے ہوگا جس میں بیوروکریٹس، سیاست دان اور کلیدی مناصب پر فائز عہدے دار بھی ہیں۔ یہ لوگ ملک کے سارے نظام اور تعلیمی و سیاسی نظام پر مسلط ہیں۔ پچھلے دنوں بلوچستان میں تعلیم کے بارے میں میٹھاگتھی تو ایک مرکزی سیکرٹری نے تجاویز مرتب کیں کہ پاکستان کے نصاب تعلیم سے اسلامیات اورو اور مطالعہ پاکستان کو نکال دینا چاہئے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ملک کا سیاسی اساس بھی نہ رہے جغرافیائی بھی نہ رہے اور نظریاتی اساس بھی ختم کر دیا جائے۔ یہ تو صرف ایک سیکرٹری کی مثال ہے۔ وزیر بدلتے ہیں سیکرٹری بدستور رہتے ہیں۔ کل آپ کی حکومت آجائے تب بھی سیکرٹری یہی رہیں گے۔ مولانا مفتی محمود کے زمانہ میں بھی یہی لوگ تھے۔ کل اگر جمعیت علماء اسلام کی حکومت بھی آجائے تب بھی سیکرٹری یہی رہیں گے۔ کسی پارٹی کی حکومت ہو سیکرٹری نہیں بدلیں گے۔ پالیسی بنانے والا طبقہ یہی ہوگا۔



محترم دوستو! پوری منصوبہ بندی اور گہرے فکر و تدبیر کے ساتھ ہمیں سوچنا ہوگا اگر واقعہ ملک میں اسلام لانا ہے اور اسلامی انقلاب برپا کرنے میں غلطی تو یہ جان نعرہ بازی اور کھوکھلی سیاست کے بجائے ہمیں ایک منظم منصوبے اور ایک واضح لائحہ عمل متعین کرنا ہوگا۔ اللہ کی راہ میں جہاد یہی ہے اور خالص اسلامی جہاد اسے کہتے ہیں۔

اور الحمد للہ کہ ہم اس وقت ایک مقدس جہاد میں مصروف کاریں ہماری دو سو سالہ محنت اور جدوجہد کا خلاصہ اور ثمرہ یہی ہے کہ ہم اس ملک میں فوراً شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اور بغیر کسی تاخیر کے ہر قسم کے لادینی اور انگریزی نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ میرے نزدیک نکتہ کل نظام والی بات ہے۔ یہی حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ تھا۔ یہ کوئی آسان بات نہیں شریعت بل کے خلاف آج جو طوفان اٹھا ہے معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نے بہت بڑا جرم کیا ہو۔ ہم جب سینٹ میں گئے تو ہمارا سب سے پہلا اور سب سے بڑا فریضہ عند اللہ یہی تھا کہ ہم وہاں نفاذ شریعت کی بات کریں بحیثیت عالم ہی نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم وہاں نعرہ بلند کریں کہ اصل اسلام یہ ہے اور اسے فوراً نافذ کرو۔ نظام شریعت اور شریعت بل کے سامنے لانے میں بڑے بڑے روڑے اٹکائے گئے ارباب اقتدار کب چاہتے ہیں کہ یہاں اصل شریعت کے سامنے

آجائے سے ان کی سرکاری اور نشریاتی دعووں کی دھجیاں اڑیں مگر الحمد للہ کہ ہم نے صدر ضیاء الحق کی حکومت اور مسلم لیگ کو شریعت کے مقابلہ میں پرکھ کی وقعت بھی نہیں دی اور ہم نے جانتے ہی پارلیمنٹ میں نظام اسلام کے لئے لکھا ہے۔ ہم نے چور کو گھڑ تک بھگانے کی ٹھانی ہے۔ ہم نے ہر مجلس میں ان کے نفاق کے پردے چاک کر دیے ہیں آج لوگ ایسی چیز کوئی بات کہہ کر حق گوئی کی تشہیر کرتے ہیں جلسے اور جلوسوں میں ہلڑ بازی کر کے حق کے غرے لگاتے ہیں یہ باتیں اپنی جگہ کتنی بھی اہم ہوں مگر نا جدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان الجائر

جابر اور ظالم اور منافق سلاطین کے سامنے جا کر حق کہنا افضل جہاد ہے۔ الحمد للہ آج ہمارا سرا و سچا ہے میں نے کل پٹ ور کے جلسہ عام میں حکمرانوں کی منافقت کا اعلان کیا۔ میرے نزدیک یہ سب منافقوں کا ٹولہ ہے جو اقتدار پر مسلط ہو گیا ہے اور مجھے ایسا کہنے میں کوئی باک نہیں کیونکہ میرے پاس کوئی پروٹ نہیں ہے کوئی لائسنس نہیں ہے کوئی بینک بیلنس نہیں میں نے اپنے ذاتی مفادات کے لئے کوئی درخواست ان کے سامنے نہیں رکھی میری نگاہ اور میرا ضمیر کبھی ان کے سامنے جھکا نہیں الحمد للہ میں نے بھرے ایوان میں ان کی منافقت کو ہمیشہ لکھا ہے۔

اور الحمد للہ ایسے دور میں اللہ نے ہمیں کلمۃ الحق کا جہاد جاری رکھنے کی توفیق دی کہ جب حالات ہمارے لئے انتہائی مایوس کن تھے ہمارے بزرگ جب اسمبلی میں کلمۃ الحق کہتے تھے تو آپ جیسے مخلص کارکن ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، دعائیں دیتے تھے زندہ باد کے نعرے لگاتے اور پھولوں کے ہار پہناتے تھے۔ مگر جب ہم نے ایوان کے اندر لڑائی شروع کی تو موروجہ سیاست کی ابتری اور سیاسی فساد کی ناہمواری کی رو میں اپنے بھی بہنے لگے۔ اندر حکومت نے ہمیں دبانے کا ہاتھ لایا تو باہر لادین سیاستدانوں نے علی الاعلان شریعت بل مردہ باد کے نعرے لگوائے۔ داد پر آزاد خواتین کے جلوس نکلوئے۔ اور اپنے دوست بھی ہمارے خلاف اور شریعت بل کے خلاف وہی کچھ کہنے لگے جو لادین قوتیں کہنا چاہتی تھیں۔ اور انہوں نے بھی گالیاں دیں۔ کوئی ہمیں پھولوں کی سیج پیش کرنے والا نہیں تھا۔ زندہ باد کہنے والا نہیں تھا۔ پرلے تو چھوڑو اپنے بھی گالیاں دینے اور پتھر مارنے سے نہیں چوکتے تھے۔ اندر ایوان میں بھی ہم نشانہ تضحیک و استہزاء بنے ہوئے تھے۔ تو یہ بڑا سخت اور نازک مرحلہ تھا۔ الحمد للہ کہ ہم نے پھر اس وقت یہ نہیں دیکھا کہ کون ہمیں زندہ باد کہتا ہے یا مردہ باد کہتا ہے۔ اور یاد رکھئے اگر آپ سب مل کر مجھے مردہ باد کہیں تو میرے عزم اور موقف میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور جب آج آپ سب زندہ باد کہتے ہیں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ کہ میں اس کا اہل نہیں۔ مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوتی میں نے ایک راستہ درست سمجھا اپنے موقف کو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے موافق پایا تو یقین بن گیا کہ زندگی کے آخری لمحات تک اس بت خانہ میں اذان

حق دیتا رہوں گا

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذال لا الہ الا اللہ

میں نے مارشل لار کے تاریک دور میں بھی احمد رضاؒ کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا مفتی محمود کے عظیم کردار کا تسلسل قائم رکھا اگر ہماری چار سالہ کوششیں نکال دی جائیں تو وہ تسلسل ٹوٹ جاتا۔



یہ عجیب فلسفہ ہے، کہ حکومت سے جھگڑا ہے لہذا نفاذ شریعت کی کوششیں بھی نہ کرو، کہتے ہیں مارشل لار ہے اب اسلام کی جنگ مت لڑو، پارلیمانی حکومت آئے گی تب لڑیں گے جب مارشل لار بٹھا، تو اب اسلام کی جنگ نہ لڑو کہ اس حکومت کو بھٹا کر جب بزنسجو، ولی خان اور بے نظیر کی حکومت آئے گی تب اسلام کی جنگ لڑیں گے کہتے ہیں جمہوری حکومت ہے مگر غیر جماعتی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ اسلام کا نعرہ نہ لگاؤ پھر جب کل یہ حکومت چلی جائے اور فدا نہ کرے کہ اس کے بعد دوسرا مارشل لار آجائے پھر کہیں گے اسلام کا نعرہ نہ لگاؤ، یہ عجیب سیاست ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اسلام اور قرآن اور اللہ کا پیغام ایک لمحہ کے لئے بھی کسی مولوی کو اور کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسلام کی جنگ چھوڑ دے یہ عجیب سیاست ہے یہ عجیب جہاد ہے بیس پچیس سال مارشل لار اور سیاسی جماعتوں کے چکر میں پڑے رہو اس کے بعد جب موقع آئے گا اور جناب سیاسی لیڈر ولی خان اور بے نظیر صاحبہ انگوٹھا لٹکائیں گی اور بزنسجو جب دستخط کرے گا تب مولوی صاحب اسمبلی میں جا کر اسلام کا نعرہ لگائیں گے جناب عالی! میں ایسی سیاست سے ہزار بار، ہزار بار ہی کا اعلان کرتا ہوں مجھے نہ تو ولی خان اور بے نظیر کو دعوت کی ضرورت ہے اور نہ ان سے اجازت کی ضرورت ہے نہ میں دین کی جدوجہد کے لئے ایم آر ڈی کے سپہ سالاروں کا پابند ہوں جمعیت علماء اسلام نے دین سیاستدانوں کو خوش رکھنے کے لئے ان کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی کو ہرگز اسلامی پالیسی نہیں قرار دیتی۔

جناب اسلامی سیاست جہاد ہے میدان کا راز ہے ہر دور اور ہر حالت میں حکمت الحق کی جنگ لڑنی ہوگی۔ یہاں کسی بھی لمحہ غفلت و سستی کی ضرورت نہیں یہ تو مکتب عشق ہے۔ مکتب عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

یہ کیسا دور ہے اور کیا فلسفہ ہے۔ کہتے ہیں اسلام کی جنگ مارشل لار کے دور میں لڑو تو ضیاء الحق مضبوط ہونے لگے صلیحہ کے زمانہ میں اسلام کی جنگ لڑو تو کہتے ہیں صلیحہ مضبوط ہوتا ہے پھر کوئی دوسرا حکمران آئے گا تو اسلام کی

جنگ لڑو گے تو پھر وہ مضبوط ہو گا۔ پھر اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کی جنگ لڑنا ہی چھوڑ دو۔
مگر ہم نے ایسے باطل، فرسودہ اور بے سودہ باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ہمارے سامنے اکابر کی تاریخ ہے کیا
ہمارے اکابر کسی ایک لمحے کے لئے اسلام کی جنگ لڑنے سے غفلت برتنے تھے چھٹی کرتے تھے۔ ایوب خانی کے ایوان
میں غیر جماعتی بنیاد پر اور نان سیاسی پارٹی کی بنیاد پر بی ڈی سسٹم کا الیکشن ہوا تھا۔ تو جناب اس وقت ہمارے رہنماؤں
نے ایوان میں جا کر اسلام کی جنگ لڑی تھی اور وہ بھی عالمی قوانین کے لئے جو شریعت کا ایک جزئیہ ہے مگر اس میں بھی
کامیابی نہیں ہوئی۔ عالمی قوانین اب تک مسلط ہیں مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ جنگ ہم چھوڑ دیں اور یہیں مورچہ سے
بھاگ جانا چاہئے۔ اور اسمبلی چھوڑ کر نکل آنا چاہئے۔ اور اب تو ہم پوری شریعت کا جھنڈا لے کر اٹھے ہوئے ہیں۔ ہم کیسے
سیدان چھوڑ دیں۔ چھوڑیں گے تو اقتدار والے میدان چھوڑیں گے۔ اگر شریعت نافذ کر دیں گے تو آرام سے بیٹھے رہیں گے۔ ورنہ
ہم آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

اور اب یہ جنگ اندر اور باہر لڑی جا رہی ہے۔ دیکھئے ابتداء میں ہم ایسے تھے لیکن شریعت کا کاروان روانہ ہوا آج
الحمد للہ خیر سے کراچی تک شریعت کا غلبہ ہے۔

کوئی سیاست کے لئے مر رہا ہے کوئی اقتدار کی جنگ لڑ رہا ہے۔ کوئی الیکشن کا مطالبہ کر رہا ہے کوئی صوبائی عہدے
کا رخصت ہے۔ ہمارا نعرہ اور ہماری جنگ صرف اور صرف نفاذ شریعت کے لئے ہے۔ کامیاب ہوئے تو فہانہ ہوئے تو آخرت
کی کاروائی تو کہیں نہیں گئی۔

حضرات! آپ کی جنگ مقدس ہے پھر دیکھو ساری دینی قوتیں اکٹھی ہو گئی ہیں سب شریعت بل پر متفق ہو گئی ہیں۔
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کو اپنا صدر منتخب کر لیا ہے قافلہ منظم ہوتا جا رہا ہے اور کاروان آگے بڑھ رہا ہے۔
کل پشاور کے تاریخی جلسہ میں جناب ڈاکٹر اسماعیل احمد صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی۔ انہوں نے کہا برصغیر کی
تاریخ میں ۶۵ سال بعد ایسا موقع آیا کہ خالص دینی قوتیں، نفاذ شریعت کے لئے عملی جہاد کرنے پر متفق ہو گئی ہیں۔ اور یہ کہ
ساری قیادت، علمائے حق کے ہاتھ میں ہے کوئی اس میں برنجو مینگل، جی ایم سید، پلچو، ولی خان اور سوشلسٹ اور
کمیونسٹ نہیں ہیں۔ شریعت محاذ کی قیادت دل کے کھوٹوں اور منافقین کے ہاتھ میں نہیں علمائے حق کے پاس ہے۔

شریعت محاذ کی مروجہ سیاست سے قطع نظر خالص دین اسلام کی اشاعت اور غلبہ اسلام کی جنگ
ہے اس میں کوئی سیاسی مقصد نہیں۔ اس سے قبل ۱۹۲۰ء میں ایسا ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہند مولانا
محمود حسن صاحب نے دہلی میں سارے علماء کو اکٹھا کیا۔ اس میں علماء دیوبند، علماء فرنگی محل، علماء بدایوں، علی گڑھ اور
اہل حدیث بغرض تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے علماء جمع ہوئے اور شیخ الہند کی تحریک انقلاب کو متفقہ طور پر
آگے بڑھانے کا لائحہ عمل طے ہوا۔ آج پچیس سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا

عبدالحق صاحب رطلہ کی دعوت اور قیادت میں جملہ مکاتب فکر اکٹھے ہو کر نفاذ شریعت کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے ہل پر گامزن ہیں۔ یہ مقصد کے حقیقت کی دلیل ہے آج ہم کہہ سکتے ہیں

أَوَّلُكَ آبَاؤُ فِعْبَنِي بِمِثْلِهِمْ

اذا جمعنا یا جریہ الجمع

مجھے افسوس ہے کہ بات طویل ہو گئی میرا ارادہ تو صرف ایک دو منٹ کے لئے بات کرنا تھی۔ آج تو ہمارے ایک محترم معزز مہمان، اس لحاظ سے کہ وہ ہمارے مخدوم شیخ، استاذ، پیر شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مسند عظیم کے جانشین ہیں۔ حضرت شیخ لاہوریؒ کا دارالعلوم حقانیہ سے ایک خصوصی تعلق اور شفقت تھی۔ اس دارالحدیث کی افتتاح انہوں نے فرمائی تھی۔ حضرت لاہوریؒ کو دارالعلوم حقانیہ سے ایک عشق تھا اور اپنے خطبوں میں جیلنج دیا کرتے تھے اس زمانہ میں دارالعلوم کے قیام کو پچیس سال ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے اور حکم انوار اور سیاست انوار نے ۲۵ سال میں ملک کے لئے ایسا کام نہیں کیا جو کوڑھ خشک کے ایک مولانا عبدالحق نے انجام دیا ہے اور یہ خدام الدین میں شائع ہوا۔ ان کے پاس چندے آتے تو خفیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے پاس بھیجتے تھے۔ کہ انہیں دارالعلوم میں استعمال کرو۔ پھر حضرت جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انورؒ نے دارالعلوم حقانیہ کو اپنا قبلہ علم بنایا تھا۔ وہ جب بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کرتے کہ:-

خانہ کعبہ جس طرح میرے لئے قبلہ عبادت ہے تو دارالعلوم حقانیہ میرے لئے قبلہ علم ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا شیخ الحدیث دامت برکاتہم ان کے خاص استاد ہیں سے تھے۔ انہوں نے دیوبند میں بالکل ابتدائی کتابیں خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے پڑھیں تھیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ حضرت مولانا حامد میاں صاحب تین چار صاحبزادگان کو بزرگوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے حوالے کیا تھا۔ کہ ان کو خصوصیت کے ساتھ پڑھائیں۔ مولانا عبید اللہ انورؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں شیخ الحدیث مدظلہ میرے استاد ہیں دارالعلوم حقانیہ میرا قبلہ علم ہے۔

بہر حال دو تین نسلوں سے دارالعلوم حقانیہ اور شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ اور ہمارا تعلق بڑا قریبی رہا ہے اس خاندان کے گل سرسبد حضرت مولانا میاں محمد اجل لاہوریؒ کو دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو تازہ کیا اور یہاں تشریف آوری کی زحمت اٹھائی۔ اب وہ آپسے خطاب کریں گے۔ بہر حال ایسے مواقع بہت کم میسر کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے آپ کا بہت وقت لیا ہے۔

امیر جمع ہیں احباب درود دل کہہ لے پھر التفات دل داستان رہے نہ رہے

صحبتہ باہل حق

پکتیا محاذ جہاد افغانستان
کی رپورٹ

۳۰ دسمبر ۱۹۸۶ء۔ حسب معمول حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مجلس بابرکت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ آج قدرے تاخیر سے پہنچا تھا دارالعلوم کے بعض اساتذہ، طلبہ اور ارضیات کے ہجوم میں حضرت گھرے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا اور مصافحہ سے فارغ ہوا تو اچانک وزیرستان کے جناب مولانا نجم الدین فاضل حقایقہ تشریف لائے۔ حضرت مدظلہ سے مصافحہ کیا۔ تعارف کے بعد پکتیا محاذ افغانستان کے عظیم مجاہد، فاتح و غازی، دارالعلوم کے فاضل و سابق مدرس مولانا جلال الدین حقانی کا سلام اور خصوصی پیغام عرض کیا۔ اور محاذ جنگ کی تازہ ترین رپورٹ پیش کی۔ محاذ جنگ کا نام آیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اس مہمان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گئے۔ چہرہ اقدس پر تجسس اور تفکر کے آثار ہویدا تھے۔ مہمان نے عرض کیا۔

حضرت مولانا جلال الدین حقانی نے سلام عرض کئے ہیں اور مجھے خصوصیت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ میں وہاں کی تازہ ترین صورت حال اور عالیہ کامرانی وغیرہ نہ صرف خداوندی کی بشارت بھی آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

خیوست کے قریب منظرہ کے مقام پر روسی دشمن فوجوں سے زبردست معرکہ ہوا۔ دشمن جدید اسلحہ سے لیس، ہر طرح مسلح اور تیار اور بڑی تعداد کے ساتھ مجاہدین پر حملہ آور ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل و عنایت مہربانی اور آپ حضرات کی خصوصی توجہ و دعا کے صدقے اللہ کریم نے مجاہدین کو مولانا جلال الدین کی قیادت میں استقامت اور پامردی سے نوازا۔

مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑے دشمن نے زمین پر جگہ جگہ بارودی سرنگیں بچھا رکھی تھیں۔ ہمارے رفقاء ریت و مٹی میں جگہ جگہ اور شجاعت سے لڑتے رہے۔ دارالعلوم کے دیگر فضلاء بھی اس معرکہ میں مولانا جلال الدین کے ہمراہ تھے۔ مولانا دبندار حقانی، مولانا عبدالحلیم حقانی اور ان کے بعض رفقاء زخمی ہوئے اور انہیں پشاور

ہسپتال میں پہنچا دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالخلیم کا بھتیجا جو دارالعلوم کا فضل ہے وہ بھی اس میدان کا رزار میں سرگرم ہے۔ اس لڑائی میں مجاہدین کے تین آدمی شہید اور چھ زخمی ہوئے۔ مگر مجاہدین نے دشمن کے ہا فوجی جن میں افسر بھی ہیں جہنم رسید کرتے۔ ان کے ٹوٹے افراد قیدی بنائے گئے۔ جن میں ان کے فوجی افسر بھی شامل ہیں۔ اس دفعہ مجاہدین نے ایسے مستحکم انداز سے مورچہ بندی کی تھی کہ دشمن کے ہوائی جہاز بھی وہاں سے نہیں گذر سکتے تھے۔ اس معرکہ میں دشمن کے دو جہاز بھی مار گرائے۔

مجاہدین کی فستح اور غلبہ و کامیابی کی خبر پر حضرت کو بے حد مسرت ہوئی۔ اور بڑے حسرت و ارمغان سے ارشاد فرمایا:-

ایسے حالات سن کر مجھے مولانا احمد گل حقانی شہید اور مولانا فتح اللہ حقانی شہید کی یاد دلاتی ہے انہوں نے ساری زندگی ایک بڑی قوت سے جہاد کیا اور خود کو جہاد و قربانی کے نئے وقف کر دیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کے دریافت کرنے پر افغان مجاہد نے عرض کیا۔ روسی قیدیوں کو گرفتار کر کے اب ہم اپنے مراکز میں ان سے کام لے رہے ہیں۔ مورچے بنواتے ہیں۔ لکڑیاں کٹواتے ہیں۔ زمین کی کھدائی کا کام لیتے ہیں۔

شیخ الحدیث مدظلہ و یرتک اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے اور ارشاد فرمایا۔ روس کے نام سے دنیا خائف تھی لوگ اسے ناقابل شکست طاقت سمجھ رہے تھے مگر الحمد للہ کہ مجاہدین کے مسلسل سات سالہ جہاد سے اس کا بھرم جاتا رہا۔ میں تکبر انہیں کہہ رہا، اللہ غرور اور تکبر سے بچائے۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے اسمان فرمایا کہ نہتے مجاہدین و مجاہدین کو استقامت و توفیق دی۔

بہر حال یہ ہم نہیں کہہ رہے، ہمارے فضلاء کا کارنامہ نہیں، افغان مجاہدین کا ذاتی کمال نہیں خالص اللہ کا فضل و عطا اور احسان ہے۔

جب انسان یہ سمجھنے لگے کہ ہم کرتے ہیں، ہم کر رہے ہیں، ہم نے کیا ہے، ہم کریں گے، ہم بھی کچھ ہیں یا ان چیزوں کا خیال بھی دل میں آجائے تو بعض اوقات ایسی نسبتوں کے دعاوی اور زعم پر یہ نعمت چھین لی جاتی ہے اللہ تعالیٰ غرور تکبر سے محفوظ رکھے

دارالعلوم دیوبند حنفیت کی حفاظت | ۱۳ جنوری ۱۴۰۷ء۔ مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ترجمان اور دفاع کا مضبوط قلعہ ہے | ”دارالعلوم“ نے اپنی تازہ اشاعت جنوری ۱۴۰۷ء کے شمارہ

میں مؤثر المصنفین کی تازہ اشاعت ”دفاع امام ابوحنیفہ“ پر تین صفحات کا گراں قدر تبصرہ لکھا۔ دفتر اہتمام میں حضرت علامہ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے اس کا تذکرہ فرمایا تو آپ بے حد مسرور ہوئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بعد العصر دارالعلوم دیوبند کا پرچہ ساتھ لانا اور مجھے وہ تبصرہ سنا دینا

پہنچے احقر پرچہ لے کر حسب معمول حاضر خدمت ہوا۔

جب آپ مجلس میں حاضرین سے گفتگو سے فارغ ہوئے تو احقر نے عرض کیا۔

حضرت! حسب الحکم ماہنامہ دارالعلوم بھی ساتھ لایا ہوں۔ احقر نے جتنی سنا دیا تو حاضرین سے ارشاد فرمایا۔
دارالعلوم دیوبند مادر علمی ہے۔ مرکز علم دارالعلوم دیوبند سے تبصرہ و تائید نیک فال اور بہت بڑی
سعادت ہے وہاں کی فضائیں اور ہوائیں بھی قابل قدر ہیں۔ فرمایا، مبارک ہو۔ یہ بہت بڑا اعزاز اور بہت بڑی
سند ہے جو اللہ پاک نے دفاع امام ابو حنیفہ کو بخش دی ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ برصغیر میں دین اسلام کی
ارشادت اور خدمت میں ائمہ احناف کی فقہی کاوشوں کو بھی دخل ہے۔ ان ہی کی برکتوں سے اسلامی قوانین
میں تسہیل اور آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔ پھر مرکز علم دارالعلوم دیوبند نے حنفیت کی زبردست خدمت کی ہے
حدیث کی حفاظت کے ساتھ مسلک حنفیہ کی حفاظت کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ کتب حدیث کی شروح میں ہر
حدیث کے تحت ائمہ احناف کے اقوال مذاہب اور ترجیحات کو مدلل اور مضبوط دلیل سے بیان کیا ہے۔

دفاع امام ابو حنیفہ پر ماہنامہ دارالعلوم کا تبصرہ ہم سب کے لئے ایک اعزاز ہے کہ وہاں کے مشائخ
اکابر دارالعلوم حقایقہ کے روحانی فرزند کو عزت و احترام اور محبت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دیوبند حنفیت
کی حفاظت و دفاع کا مضبوط قلعہ ہے۔ اب جو ملک میں فقہ حنفی اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے خلاف زبردست
پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ کہ دارالعلوم حقایقہ بھی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی طرح حنفیت کی حفاظت، خدمت، ارشادت
اور ترویج میں حتی المقدور کوشاں ہے۔ دفاع امام ابو حنیفہ اس سلسلہ کی مبارک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر
عظیم سے نوازے گا۔ یہ بھی اللہ ہی کا کرم اور انعام ہے کہ اس نے تمہیں اس کام کی سعادت مرحمت فرمائی۔

جب طبع لالچ اور خود غرضی آجاتی ہے ۸ فروری ۱۹۸۷ء۔ حسب معمول مجلس شیخ الحدیث مدظلہ میں حاضری
توہب کات اٹھ جاتے ہیں

بہوئی۔ دارالعلوم کے کئی ایک فضلا جو مختلف اضلاع سے حاضر
خدمت ہوئے تھے آپ سے مصروف گفتگو تھے ہر ایک سے ان کے مشاغل، تعلیمی اور تدریسی خدمات، تبلیغی مساعی
اور تصنیفات و تالیفات اور مطالعہ و تحقیق سے متعلق حالات سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرما رہے تھے۔ اس موقع
پر ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ کہ اللہ پاک نے بڑا کرم اور بڑا احسان فرمایا۔ ہمارے دارالعلوم حقایقہ کے فضلا آج
ملک و بیرون ملک مصروف خدمت دین ہیں۔ اللہ کریم نے دارالعلوم کے فضلا کو مقبولیت اور کام کرنے کی
بہترین صلاحیت سے نوازا ہے۔ اب جو آپ حضرات نے اپنے مشاغل اور دینی خدمات سے متعلق حالات اور کوائف
سنائے یہ خالص اللہ ہی کا کرم ہے بلا استحقاق اتنی عنایتیں فرماتے ہیں۔ آج جہاد افغانستان میں بھی اللہ کریم نے

فضلاء حقیقیہ کو قائدانہ کردار کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔
دیکھو! یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ حضرات لاپچ نہیں کرتے جب طمع لاپچ اور خود غرضی آبائی ہے تو برکات
اٹھ جاتے ہیں۔ اللہ کی مدد و بند ہو جاتی ہے جب بھی دین کا کام کرو۔ تدریس اور تصنیف نایبیت کے مواقع میسر ہوں تبلیغ
کا خدا موقعہ دے تو اپنی طرف سے حصول جاہ منصب اور حصول مال و دولت کی تمنا تک دل نہیں نہ لادو۔ دیوبند
کے اکابر اساتذہ اور ہمارے بزرگوں کا یہی وہ منہ بیزار ہے جس سے اللہ نے ان کو خصوصیت سے نوازا ہے
دارالعلوم حقیقیہ تو دیوبند ہی کا سلسلہ ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارے فضلاء بھی اپنی آبائی اور اسلاف کی امانت
کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

دارالعلوم دیوبند میں احقر جس زمانہ میں تحفۃ النبوت المال میں رقم ختم ہو گئی۔ غالباً اساتذہ کو پانچ چھ ماہ تک
تنخواہ نہ مل سکی مگر کسی کی جبین پر شکن تک نہ آئی جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں خدمت تدریس کا موقعہ اپنے
بزرگوں نے بخشا اور تنخواہ کی بات کی تو میں نے عرض کر دیا کہ مجھے تنخواہ سے کوئی سروکار نہیں تعلیم سے کام ہے
وہاں تنخواہ کے اٹنا فلوں کی بات ہو کر تھی مگر میں نے کبھی ایسی درخواست پر دستخط نہیں کئے تھے۔ خدا تعالیٰ
نے کرم فرمایا، سارے حالات سدھار دئے اب اللہ کا احسان ہے کہ دارالعلوم کو خدا نے مرکزیت اور مقبولیت
عطا فرمائی ہے۔

البتہ میں نے ایک طریقہ اختیار کئے رکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانہ میں بھی اور اب بھی جب کبھی تنگدستی
کے اور مالی کمزوری کے حالات پیش آتے ہیں تو جو کچھ پاس موجود ہوتا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خفیہ دے
دیتا ہوں۔ ابھی دن پورا نہیں گزرا کہ اللہ پاک مدد فرما دیتے ہیں حاجتیں رفع ہو جاتی ہیں۔

دینی مدارس اور نصاب تعلیم | مدارس کے نصاب کی بات چھڑی تو ارشاد فرمایا کہ ہماری کوئی سنتا نہیں امیری
اور طلبہ کا مقصد علم | تو اول و آخر یہی رائے ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے بنیادی اور
اصولی چیزوں کو نہ چھیڑا جائے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا قائل نہیں ہوں۔ اسی نصاب تعلیم نے امام رازی اور امام
غزالی پیدا کئے ہیں۔ اسی نصاب تعلیم سے فاسم نانوتوی۔ شیخ الہند محمود حسن۔ شیخ العرب والجمع حسین احمد مدنی اور
علامہ انور شہاہ کشمیری پیدا ہوئے ہیں۔ درس نظامی کو مربوط کرنے کی ضرورت تو ہے لیکن موقوف کرنے کی اجازت
نہیں۔ دینی مدارس کے فضلاء کو حکومتی سندھات کی تحصیل کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہئے۔ اپنے اندر کی صلاحیت
اور قابلیت پر محنت کرنی چاہئے۔ جب اپنے اندر قابلیت اور لیاقت موجود ہوگی تو ہر جگہ ممتاز اور نمایاں رہیں گے
ارشاد فرمایا آج سندھات لے کر گرڈ اور سکیل کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر ہمارے اکابر نے سندھات لے کر
کسی گرڈ اور سکیل کی طرف توجہ نہیں کی۔ بلکہ ان کا معمول تھا کہ وہ حتیٰ الوسع تنخواہ بھی نہیں لیتے تھے اور اگر

لیتے بھی تھے تو جو بچ جاتی اسے واپس مدرسہ میں داخل کر دیا کرتے تھے۔

تعلیم و تدریس میں اسلاف کا معمول | اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اجرت علی التعلیم کے بارے میں بھی مختلف آراء منقول ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں مگر بعد کے فقہاء اور متاخرین نے اس میں توسیع کی ہے۔ اور اس کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر جواز کے قائلین بھی بحسب اس وقت کی شرائط لگاتے ہیں۔ اضطراب و انقطاع پر قیاس کرتے ہیں۔ بنگلے، موٹریں، اکاریں، بلڈنگ اور دنیوی جاہ و منصب کے لئے اجرت علی التعلیم بھی جائز نہیں ہے۔ ہماری نظر بھی اسلاف پر ہونی چاہئے۔ امام ابو حنیفہؒ کے ارشاد پر عمل ہونا چاہئے۔ اور متاخرین کی رائے سے حسب ضرورت فائدہ اٹھانا چاہئے۔ علم بڑھ رہا ہے، مدارس میں پھیل رہے ہیں، کتب خانے، کتابیں چھاپ رہے ہیں، چاہئے بھٹاکر عمل اور توکل علی اللہ میں اضافہ ہوتا، مگر یہ کم ہو رہا ہے اور گھٹتا چلا جا رہا ہے، یہی خوائان ملت کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ سہ کاری نصاب تعلیم اور آئے دن دینی مدارس میں مدخلت کا مقصد بھی یہی ہے کہ اہل علم میں توکل اور عمل کی روح ختم کر دی جائے۔ تو خدا کی مدد اور نصرت بند ہو جائے گی۔ اسی مجلس میں بوبلی جیولر زرباشا اور صدر کے مالک حاجی عمر بخش صاحب، قاری عبدالرؤف، سعودی عرب کے مختار احمد صاحب اور ڈاکٹر عبدالغفور صاحب بھی حاضر تھے۔ ان سے فرمایا آپ حضرات تو سمجھدار ہیں علم و مطالعہ کی راہ نجات کی راہ ہے جتنا علم حاصل ہو اس پر فوراً عمل شروع کر دینا چاہئے۔

اوجز المسالك شرح موطا امام مالکؒ (شرح)

مؤلفہ۔ امام المحدثین والفقہاء قدوة المتقين والعرفاء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ اپنے موضوع پر بے مثل و بے بدل کتاب ہے جس کے اہم اہادith ہیں ۱۰۔ احادیث و آثار کی تشریح و توضیح ۲۰۔ بظاہر متعارض نصوص کی تطبیق و توجیہ ۳۰۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذاہب و تحقیقات اور ان کے براہین و دلائل کی تفصیل ۴۰۔ قرآن مجید۔ مرفوع احادیث۔ آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں فقہ حنفی کی ترجیح اور اسکی وسعت و جامعیت نیز شرمع میں علوم حدیث اور اس کے متعلقہ مباحث اور امام مالکؒ و امام اعظم ابو حنیفہؒ رحمہما اللہ کے حالات و کمالات پر ایک مبسوط و مفصل مقدمہ بھی شامل ہے۔ یہ حدیث وفقہ کا عظیم الشان ذخیرہ۔ اسلامی قانون کا وقیع ماخذ مکتبہ یحییوئہ سہارنپور۔ ہند میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی زیر نگرانی متعدد مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس اب ہمارے یہاں طبع ہو رہا ہے طباعت و جلد بندی آخری مراحل میں ہے کل صفحات ساڑھے تین ہزار ساڑھے ۲۳ × ۳۶ کاغذ غیر ملکی بہترین سفید کاغذ چھ جلد شدہ مجلد عام ہدیہ ۶۰۰ روپے۔ علماء کرام و طلباء عظام کے لئے خاص رعایت۔

مکتبہ المدادیہ * فی ٹی، ہسپتال روڈ * ملتان

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی استاذ حدیث ملک سعود بنیو سٹی ریاض
ترجمہ: حافظ محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی

پرفیسر شاخت اور حدیث نبویؐ

تمہید | زمین پر انسان کا وجود، مرد و زن کے باہمی تعلقات کا رہن منت ہے۔ انسانی آبادی کی وسعت اور کثرت بھی اسی سے ہے۔ فطری طور سے ایک انسان تنہا زندگی گزار نہیں سکتا۔ اس روئے زمین پر جب تک زندگی کی روشنی رہے گی۔ اس وقت تک فرد، خاندان، محدود طبقے اور ان محدود و مختصر طبقوں سے ترتیب پائے ہوئے بڑے بڑے معاشرے قائم رہیں گے اور یہ سب کفر ارض کی تعمیر میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے یہ اس لئے کہ انسان اپنی فطرت اور نشوونما کے لحاظ سے معاشرتی اور اجتماعی زندگی گزارنے کی صفت سے آراستہ ہے۔

معاشرہ میں انسان کو اپنی مادی حاجتوں اور روحانی خواہشوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو اپنے لئے خیر اور نفع کو حاصل کرے۔ اسی لئے افراد کے درمیان مقابلہ اور تصادم کی صورتیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس راہ میں جب انسان بے قید و بند بے پناہ ہوتا ہے تو پھر انتشار کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے فطری طور سے ہر معاشرہ کے لئے ایک ایسا نظام ناگزیر ہو جاتا ہے۔ جس میں رسوم و رواج اور قوانین و ضوابط کی کار فرمائی ہو اور پھر ان سب عوامل کے تحت زندگی گزاری جائے۔ قانون کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ وہ معاشرہ کی عمدہ قدروں کی روشنی میں، افراد کی زندگی کو منظم رکھے۔ تاکہ اجتماعی زندگی کا کاررواں خوبی اور سلامتی کے ساتھ رواں دواں رہے۔

یہیں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب کسی معاشرہ کی اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدروں میں کوئی تغیر ہوتا ہے یا اس معاشرہ کے اجتماعی نقطہ نظر میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو پھر اس معاشرہ کے قانونی نظام میں بھی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ ایسی مثالیں ان ممالک کی تاریخ میں صاف مل جاتی ہیں۔ جو ایک نظام سے دوسرے نظام میں منتقل ہوتے ہیں۔ مثلاً مائیکروسوفٹ یا کمپیوٹر حکومتوں میں تبدیل ہوئے تو ان کے معاشرہ کے قانونی نظام میں بڑی تبدیلی آئی۔

بعثت نبویؐ کے وقت | اسی طرح جب ہم چھٹی صدی عیسوی کے جزیرہ عرب پر نظر ڈالتے ہیں کہ کعبہ، پہلا وہ عرب کی حالت | گھر خدا کا۔ جسے صرف خدا کے لئے بنایا گیا تھا۔ وہ بتوں کی ایک خاصی

بڑی تعداد سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے کعبہ میں تقریباً ۳۶۰ بتوں کو دیکھا۔

مستشرق میور نے لکھا ہے کہ عربوں کے عقیدہ کی بنیاد خالص بت پرستی پر تھی اور ان کے اس عقیدہ میں کسی کمزوری کی کوئی علامت نہیں تھی۔ اسی لئے ان کا یہ مضبوط عقیدہ مصر و شام کی تمام مسیحی تبلیغی کوششوں کا مقابلہ کرتا رہا ان کی تجارت میں سود کا معاملہ تھا۔ اور اجتماعی وحدت صرف قبیلہ کی صورت میں نظر آتی تھی۔ ان کی کوئی باضابطہ اور منظم حکومت نہیں تھی۔ اسی لئے حکومت اور ریاست کے پیمانہ پر فریاد رسی اور انصاف طلبی کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ تنازعوں کے حل کی دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو انتقام لیا جائے یا پھر فریقین میں سے کوئی ایک کسی فیصلہ کو تسلیم کرے۔

ایسے ضمیمہ پرست ماحول میں اور ایسے معاشرہ میں جو کسی عادلانہ نظام یا قانون ساز ادارہ سے واقف نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دین کا داعی بنا کر بھیجا۔ آپ نے دس برس تک مکہ کے سخت اور دشوار ترین حالات میں اسلام کی تبلیغ کی۔ یہاں یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ آپ کی بعثت سے قبل مکہ میں بعض عیسائی مبلغ موجود تھے۔ اور ایسے شعرا بھی تھے جو بتوں کا مذاق اڑا کر تے تھے۔ لیکن ان مسیحی مبلغوں یا ان شاعروں کو بت پرستوں کی طرف سے کسی مقابلہ یا تصادم کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سخت مرحلے اور دشوار گزار منزلیں آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی اسی راہوں میں کیوں آئے۔ اس کا واحد جواب یہ ہے کہ مشرکین کو یہ خوب معلوم تھا کہ لا الہ الا اللہ کے اقرار کے بعد زندگی کا رخ کس سمت ہو جائے گا۔ ان کو یہ یقین تھا کہ یہ کلمہ محض ایک بے روح کلمہ نہیں ہے۔ ان کو یہ بھی احساس تھا کہ یہ ایسا کلمہ ہے جو خدا کے سامنے سپر اندازی بلکہ مکمل سپردگی کا طالب ہے۔ یہ عقل و جذبہ جسم اور روح، تجارت اور سیاست، قانون اور عبادت اور معاملہ اور فہم ہر چیز میں انسان سے مکمل سپردگی کا تقاضا کرتا ہے اور اسی کی جانب قرآن کی اس آیت میں اشارہ ہے کہ

قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَحَيَاتِي وَمَمَاتِي

لِللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ

لَهُ وَبِذَلِكَ أُمُوتُ وَأَنَا

أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

(الانعام ۶۱۳-۶۱۴)

آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری

ساری عبادات اور میرا جینا اور مرنا یہ سب

خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہاں

کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا

حکم ہوا ہے اور میں سب مائیں و انوں میں پہلا ہوں۔

لے لائف آف محمدؐ میور ص ۸۲، ۸۳ لے آیتوں کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بیان القرآن سے ماخوذ ہے

قرآن مجید نے اس حیثیت کو یہ کہہ کر اور زیادہ اہمیت دی کہ قانون اور اس کی بالائستی کا عمل صرف خدا کی ذات اور اقدس ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي
خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى
عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَى اللَّيْلَ الظَّهَارُ
يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
الْقَمَرُ وَالنَّجْمُ مَسْجَرَاتٍ بِأَمْرِهِ
إِلَّا لَدُّ الْفَلَقُ وَالْأَمْرُ
تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ
(اعراف ۵۴)

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب
آسمانوں اور زمینوں کو چھ روز میں پیدا کیا
پھر عرش پر قائم ہوا۔ پھپھا دیتا ہے شب سے
دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو
جلدی سے آ لیتی ہے اور سورج اور چاند
کو اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا۔ ایسے
طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد
رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہوتا
اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے
ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں

ایک بلکہ اور فرمایا:-

وَلَا تَتَّبِعُوا مَن تَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ
الْكُذْبَ هَذَا حَلَالٌ وَ هَذَا
حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ
الْكُذْبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ
عَلَى اللَّهِ الْكُذْبَ لَا يُفْلِحُونَ
(نحل ۱۱۶)

اور جن چیزوں کے بارے میں بعض تمہارا جھوٹا
زبان سے نکلتی ہے ان کی نسبت یوں مت
کہہ دیا کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز
حرام ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ اللہ پر
جھوٹی تہمت لگا دو گے بلاشبہ جو لوگ اللہ
پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے۔

چنانچہ جب مدینہ میں مسلمانوں کی جماعت طاقتور بن کر سامنے آئی تو پھر قرآن کے عطا کردہ اسلامی عقیدہ کی
بنیاد پر ایک اسلامی حکومت بھی وجود میں آگئی۔

اس نوخیز حکومت میں قانون کی عملداری صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تھی۔ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ ہدایت دی کہ

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ
فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر
دیا۔ سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیے اور ان

الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (جاثیہ ۱۸) جہلا کی خواہشوں پر نہ چلے
اسی لئے کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے لئے یا کسی دوسرے شخص کیلئے خود قاتل سازی کرے کیونکہ قاتل انسان یا بشر ہے مگر
اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ کہتے ہوئے قوتِ تشبیہ دی کہ :-

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ
الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ
عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ
إِسْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

جو لوگ اپنے رسول امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو
وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا
پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے
نہی و نہی باتوں سے منع کرتے ہیں۔ اور
پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں
اور گندمی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور
ان لوگوں پر بوجھ اور ملوثی تھے ان کو دور
کرتے ہیں۔

(اعراف ۱۵۷)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے پیغمبر کی اطاعت فرض کی۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی آیتیں بکثرت ہیں جن میں
سے چند یہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ
وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ
إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (نساء ۵۹)

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول
کا کہنا مانو۔ اور تم میں جو لوگ اہل حکومت
ہیں ان کا بھی۔ یہ اگر تم کسی امر میں باہم اختلاف
کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف
حوالہ کر لیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت
پر ایمان رکھتے ہو یہ اسوہ سب بہتر ہیں اور ان
کا انجام خوشتر ہے۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَ احْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلُوا
أَنكُمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ
الْمُبِينُ (مائدہ ۶۳)

اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول
کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو، اور
اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول
کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔
اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے

اللہ ورسولہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَآَنْتُمْ
تَسْمَعُونَ ۝ (انفال - ۲۰)

۴۔ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ
اللَّہَ (نساء - ۸)

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ وَمَا
نَهَاكُمُ عَنْہُ فَأَنْتَهُوْا
(احقر - ۷)

رسول کا، اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی
مت کرو۔ اور تم سن لیتے ہی ہو۔
جس شخص نے رسول کی اطاعت کی، اس نے
خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔
اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا
کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک
جایا کرو۔

قرآن و حدیث ہی اس طرح مسلمانوں کے نزدیک یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ تشریع اور قانون سازی کا
مصدر شریعت ہیں اسامی مرجع و مصدر، قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر

لیئے، کے بعد مسلمانوں کا جاہلیت کے ہر عقیدہ اور ہر قول و عمل سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ اور ساری اسلامی دنیا
کے لئے کتاب و سنت ہی راہِ ناقرا رہ پاتی ہے۔ چنانچہ جب تک مسلمان ان دونوں سرچشموں سے انفرادی اور اجتماعی
زندگی میں فیض حاصل کرتے رہے۔ اس وقت تک وہ غالب اور طاقت ور رہے۔ صدیوں یہی صورت حال رہی اور
جس ان دونوں بنیادی نقطوں سے ان کا انحراف بڑھا تو عالم اسلام میں فوجی کمزوری آئی۔ اور سیاسی زوال کے ساتھ
اقتصادی فقر بڑھا۔ یہاں تک کہ عالم اسلام کا اکثر حصہ استعمار کے زیر تسلط آیا اور مسلمان شکست و ریخت کی
ذلت و خواری سے دوچار ہوئے۔

بعض علاقوں میں مسلمانوں نے سامراجیوں کے اس غلبہ سے رہائی کی کوشش کی۔ جیسا کہ ہندوستان اور دوسرے
اسلامی ممالک کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے جہاد کے علم کو بلند کیا اور جان و مال کی قربانی دے کر اپنی سرخروئی کا
ساداں مہیا کر لیا۔

استشراق کا اصل مقصد ایسا ہی استعمار نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں میں جہاد بالسیف کی
روح جب تک اتر فرما رہے گی، اس وقت ان کا تسلط اور غلبہ مکمل نہیں ہوگا۔ اس نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے
یہ بھی ضروری سمجھا کہ اسلامی معاشرہ کی امتیازی خوبیوں میں اسلامی معاشرہ کی امتیازی خوبیوں کو ہی ختم کر دیا جائے،
ان امتیازی خوبیوں میں اسلام کا تشریعی، تعلیمی اور تربیتی نظام محقق۔ اسی لئے مغربی استعمار کی اولین کوشش اس بات
کی رہی کہ وہ شریعت اسلامیہ کو مہل اور ناکارہ ثابت کرے۔ اور اس کے لئے اس کے قدیم مصادر و ماخذ میں شکوک
و شبہات پیدا کرے۔ اور پھر ان کی افادی حیثیت پر طنز و تعریض کا رویہ اختیار کرے۔ تاکہ مسلمانوں کو ان سے رجوع
کا خیال ہی نہ آئے۔

قرآن مجید کے اکثر احکام، کلیات اور عمومیات کی قسم سے ہیں جن کی تشریح و تفسیر کا حق حامل قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جیسے نماز، اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ قرآن میں متعدد موقعوں پر اقامت صلوٰۃ کا حکم موجود ہے لیکن نماز کیسے پڑھی جائے اس کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے۔ یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے کہ آپ اپنے قول و فعل سے اقامت صلوٰۃ کے طریقوں کو بیان فرمائیں۔ اس طریقہ کار میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ سنت کی اہمیت واضح ہو اور اس طرح تشریع و قانون سازی میں اس کے مرتبہ و مقام کی تعین ہو سکے۔

چنانچہ مغرب کی استعماری قوموں نے سب سے پہلے یہ ضروری سمجھا کہ سنت و حدیث سے جنگ کی جائے کیونکہ مسلمانوں کو حدیث سے دور کر دینے کے بعد اور تشریع کے میدان میں اس کے مرتبہ و مقام میں شکوک پیدا کر دینے کی وجہ سے قرآن کریم سے مقابلہ کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔

منکرین حدیث کا وجود استعمار کے اس کوشش کے نتیجے میں ایک ایسا طبقہ ظہور میں آیا جس نے پہلے تو حدیث نبویؐ کے کسی ایک جزو کا انکار کیا۔ مثلاً وہ جہاد بالسیف کی حدیثوں کا منکر ہوا۔ اور بعد میں اس طبقہ نے پوری حدیث نبویؐ کا ہی انکار کر دیا۔

مذہبی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور حبیب اللہ الہی، ہندوستان میں اسی فکر کے نمائندے ہوئے جب کہ مصر میں نوفیق صدقی نے بھی یہی دعویٰ کیا۔

حدیث نبویؐ پر طنز و تشکیک کے اس عمل میں اس "روشن خیال" اور فکری و روحانی شکست خوردہ اور مغربی تہذیب کے ولادہ طبقہ کے ساتھ مغرب نے اپنے علماء استشرق کی مدد حاصل کی۔ ان مغربی مستشرقین کے لئے ہر قسم کی مادی آسائشیں فراہم کی گئیں تاکہ تلاش و جستجو کی ہر راہ ان کے لئے ہموار اور آسان ہو جائے۔ ساتھ ہی ان کے گرد و تقدس کے ہالے بھی قائم کر دیئے گئے۔ حدیث نبویؐ پر حملہ کرنے والے یہ لوگ استعمار کی فوج کا اقدامی دستہ بن گئے۔ اس طرح اندرونی اور بیرونی دونوں محاذوں پر ایک جنگ چھیڑ دی گئی۔ اندرونی محاذ پر "شکست خوردہ لیکن روشن خیال" مسلمان تھے اور بیرون میں مستشرقین کا ایک ہر اول دستہ تھا۔

مستشرقین کے اس ہر اول دستہ کی پہلی صف میں دو حضرات ایسے ہیں جن کی زندگی کا بڑا حصہ شریعت اسلامیہ کے مطالعہ اور تجزیہ میں صرف ہوا۔ ایک تو سناؤک ہو جرونیہ اور دوسرے گولڈ زیہران دونوں نے حدیث نبویؐ کے مرتبہ اور مقام اور تشریع کی بنیاد کو چیلنج کیا، تاہم وہ کوئی ایسا مربوط و منطقی اور جامع و مکمل نظریہ پیش کرنے سے قاصر رہے کہ جس کی بنیاد پر وہ حدیث اور اس کی تشریعی اہمیت کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ پر ضرب لاسکیں۔

شناخت کا مرتبہ | البتہ ایک اور مستشرق جنہوں نے اس سلسلہ میں نسبتاً زیادہ وسیع اور جدید نظریہ پیش کیا۔ وہ پروفیسر شناخت ہیں۔ جن کے بعض نظریات ہمارے اس مقالہ کا موضوع ہیں۔ شناخت نے اپنے نظریات کا محور فقہ اسلامی کو قرار دیا۔ اور اس لحاظ سے بلاشبہ پروفیسر شناخت کے مرتبہ تک نہ ان کا کوئی پیش رو پہنچ سکا اور نہ کسی ہم عصر کو دعوائے ہمسری کا یا راہوا۔ شناخت نے اپنے نظریات کی تشریح اور تبلیغ کے لئے انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں کئی مقالات اور کتابیں لکھیں۔

ایک کتاب "انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا" کے نام سے مدون کی ان کی مشہور ترین کتابوں میں "اصول شریعت محمدی" (اور یجنز آف محمدن جو رس پروڈنس) ہے جس نے مغرب کی علمی دنیا میں غیر معمولی قبولیت اور عزت حاصل کی۔ اس کے متعلق پروفیسر گب نے لکھا ہے کہ "اسلامی تہذیب اور تشریح کے مطالعہ کے لئے یہ کتاب کم از کم مغرب میں ایک بنیادی کتاب ہوگی"۔

لندن یونیورسٹی میں فقہ اسلامی کے پروفیسر کولسن کی اس کتاب کی تعریف میں یہ کہا کہ "شناخت نے شریعت کے اصولوں سے متعلق ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو اپنے وسیع دائرہ میں کسی غلطی کو قبول نہیں کرتا"۔ پروفیسر شناخت کے ان نظریات نے تقریباً سارے مستشرقین کو متاثر کیا۔ ان میں پروفیسر اینڈرسن، لالین فیس جیرالڈ، کولسن اور بوسور تھ جیسے ممتاز اسکالرز بھی شامل ہیں۔ شناخت کے دائرہ اثر میں فیضی، فضل الرحمن اور نیازی جیسے مسلمان شامل ہیں۔

شناخت نے اپنی کتاب میں اس کی پرزور کوشش کی ہے کہ وہ شریعت کی بنیادوں کو منہدم کر دیں۔ اور اس طرح فقہ اسلامی کی تاریخ کے خدوخال ہی بدل دیں۔ اسلام کی ابتدائی تین صدیوں کے محدثین و فقہاء کے بارے میں انہوں نے بار بار یہ تاثر دیا ہے کہ وہ سب دروغ گو اور تحریف کرنے والے تھے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ لندن اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں کسی طالب علم کو یہ اجازت نہیں کہ وہ شناخت کی اس کتاب کا تنقیدی مطالعہ و تجزیہ پیش کر سکے۔ حالانکہ یہ دونوں یونیورسٹیاں مطالعہ و تحقیق میں آزادی اور پیر جانبداری کا علم بلند کرتی ہیں۔

اس طرح شناخت اور ان کے نظریات کو تنقید سے بالاتر قرار دیا گیا۔ اگر کسی نے ان کے نظریات سے بحث کیا تو اس کی یہ تحقیق لائق اعتنا نہیں سمجھی گئی۔ جیسا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک استاد کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا۔ جنہوں نے فقہ اسلامی میں حدیث نبوی سے متعلق شناخت کے خیالات کا تجزیہ کیا ہے۔ مثلاً انہوں نے یہ لکھا تھا کہ پروفیسر

شناخت اسلام میں شریعت کے مقام میں سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:-

”قانون یعنی شریعت، بڑی حد تک دین کے دائرہ سے خارج ہے“

اسی بات کو انہوں نے اپنی کتاب ”انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا“ میں زیادہ وضاحت کے ساتھ دہرایا ہے ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ:-

اسلام کی پہلی صدی کے بڑے حصہ میں اس فقہ اسلامی کا وجود ہی نہیں جو نبی کریم ﷺ کے عہد میں موجود تھی

اور جو فقہ اور قانون اس وقت رائج تھی وہ دین کے دائرہ سے باہر کی چیز تھی“

شناخت کا ایک بنیادی نظریہ | شناخت کی تقریباً ہر تحریر میں اسی نظریہ کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے

اور یہی نظریہ ان کے تمام خیالات کا مرکزی اور بنیادی نظریہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فقہ یا قانون شریعت

کا وجود ذخیرہ دین کے دائرہ سے خارج ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اور اسی

صحابہ و تابعین جیسے اولین مسلمانوں نے اس سے استناد نہیں کیا، تو اس میدان میں اہتمام کی ضرورت ہی نہیں اور

اگر کبھی اہمیت دی بھی گئی تو یہ وقتی اور فوری ضرورت کے تحت دی گئی۔ اب اگر مصداق میں کہیں یہ اشارہ

ملتا ہے کہ تشریع کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد صحابہ و تابعین میں علمائے مجتہدین

نے کوششیں کیں تو یہ باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ شناخت کے ان خیالات کا یہ تجزیہ محض منطقی استدلال

کے تحت نہیں ہے بلکہ انہوں نے نہایت سراحت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا کہ:-

”کسی ایک بھی فقہی حدیث کے متعلق یہ کہنا بہت دشوار ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر منسوب ہے“

شناخت کے ان مذکورہ خیالات کے نتیجہ میں کسی ایسے مقاصد سامنے آئے جو اسلام کے دشمنوں کو مطلوب

تھے اور جن سے ان کی خواہشوں کی تکمیل ہوتی نظر آتی تھی۔ مثلاً

۱۔ مسلمان ملکوں میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اور اس کی آرزو ایک مہمل بات ہے۔ اصلاً شریعت کا

تعلق دین سے ہی نہیں۔ بلکہ یہ دین سے خارج کی چیز ہے۔

۲۔ حدیث کا وجود ایک فرضی دعویٰ ہے۔ اس لئے جس فقہ کو قرآن و حدیث سے ماخوذ بنایا جاتا ہے وہ دراصل

فقہ اسلامی نہیں ہے، بلکہ اس کا بڑا حصہ یہودیوں، عیسائیوں اور مذاہب کی شریعتوں سے ماخوذ ہے اور جو حصہ ان

کے علاوہ ہے وہ مجتہدین کے اپنے اجتہادات پر مشتمل ہے۔

(جاری ہے)

سے انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا۔ ص ۳۴

لہ فارن پبلیکیشنز ان اینڈنٹ اسلامک لا شناخت ص ۹-۱۷



پاکستان آرمی میں

جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں

کی ضرورت

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ خطیبوں کی خالی اسامیوں کو پُر کرنے کیلئے مطلوبہ قابلیت کے حامل حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں

مطلوبہ قابلیت

الف۔ حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فراغت کی سند

ب۔ پاکستان کے کسی بورڈ سے بیٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ

ج۔ روزمرہ امور کے متعلق عربی بول چال میں مہارت اضافی قابلیت تصور کی جائے گی

عمر۔ یکم جولائی ۱۹۸۷ء کو ۲۰ سال سے کم اور ۳۵ سال سے زائد نہ ہو۔

عہدہ یا تنخواہ۔ ملازمت کیلئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب دنا ب صوبیدار کا عہدہ دیا جائیگا فوجی وردی کی سجا منظور شدہ شہر یا لباس ہوگا۔

جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائیگا فوج کے جونیئر کمیشنڈ آفسر کی طرح ان کیلئے اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔

الاولئس دیگر مراعات۔ وہ تمام الاولئس جو فوج کے دیگر متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں انہیں بھی حاصل ہونگے مثلاً ذات کیلئے مفت راشن

مفت رہائش (جہاں مہیا ہو ورنہ کوآرٹرا الاولئس) اپنے پیروی سچوں کیلئے مفت طبی سہولت سفر کی مراعات، پنشن، گریجویٹ اور بیہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ

ملازمت کی جگہ۔ پاکستان میں یا پاکستان کے باہر کسی جگہ۔

تربیت۔ منتخب امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائیگی۔

طریق انتخاب۔ الف۔ مختلف مقامات پر ابتدائی تحریری امتحان (ب۔ طبی معائنہ (ج۔ انٹرویو اور حتمی انتخاب جی ایچ کیو ایجوکیشن

ڈائریکٹریٹ میں ہوگا۔ درخواستیں عبورہ فارم پر اصل اسناد کی تصدیق شدہ نقول کے ہمراہ شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ

آئی جی ٹی اینڈ ای براؤنچ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی کو ۱۰ مارچ ۱۹۸۷ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

درخواستوں کے فارم مذکورہ شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ ایک روپیہ ۲۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج

کر حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

فارم طلب کرنے وقت اپنی قابلیت اور سنا الفرائض کے بارے میں پوری معلومات لکھیں۔

بے لوث خدمت
بے خوف قیادت



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَقُوا اللَّهَ
حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.



PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

گل شاہ خیف ایم اے، اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)
پشاور، یونیورسٹی

اسلام کا نظام ملازمت !

کسی بھی دائرہ حکومت میں سروس سسٹم کے لئے حکومت کو اپنی جملہ توجہ پوری طرح سے مذکور کرنا پڑتی ہے۔ لیکن دور جدید کے جملہ قوانین و ضوابط اس سلسلہ میں بالکل ناکام اور نارسا معلوم ہوتے چلے آ رہے ہیں جب کہ اس کا زیادہ تر اثر فرد کے بجائے معاشرہ پر ہوتا ہے جس سے سماجی زندگی کو خطرات کے سیلاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح کئی ممالک کے نظام کار اقتدار کی قسمتوں کو بدل دیتے ہیں لیکن اگر اسلام اور اس کے اصول ملازمت کو زندگی کے عمل کا محور بنادیا جائے تو یہیں ایک صحت مند اور مستحکم معاشرہ کے وجود کے ساتھ ہی اپنے اقتصادی اور معاشی امور کی کامیاب کڑیاں ضرور نظر آئیں گی جس کے نتائج سے آراستہ ہونے کے لئے پوری دنیا تڑپ رہی ہے۔ حکومت کو اپنے نظام عمل میں اسلام کے جملہ اصول و ضوابط اور اسلامی ادوار کے طریقہ کار کو اپنا نا نہایت ضروری ہے۔ کارخانہ کار کے لئے دیانت دار اور ذمہ دار اشخاص کے انتخاب سے یہ نظام پوری مضبوطی اور استحکام کے ساتھ چلایا جاسکتا ہے۔

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست تشکیل دینے میں انہی اصولوں کو بنیادی عمل قرار دے دیا۔ دور نبوت کی تشکیل شدہ حکومت میں یہیں وزارت، سفارت اور قضا سے لے کر دفاع، تعلیم، صحت اور دیگر ضروری امور کے لئے عہدے داروں کا تقرر نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام میں ملازمت کو جاہ و منفعت کا مقام نہیں بلکہ ذمہ داری، مشقت اور خدمت الناس کا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے غیر ذمہ دار ولی حکومت کے متعلق فرمایا کہ :-

ما من امیر یبذل اموال المسلمین ثم لم یجہد لصلحہ و ینصہ الا لم یدخل الجنہ معہم (مسلم)
یعنی جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا جائے اور ان کے لئے جہد اور خیر خواہی نہ

کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا،

اس طرح حضور علیہ السلام نے ورثت مزاحی اور تند خوئی رویہ کے حاکم کے متعلق فرمایا کہ

ان شر الرعاة الحطه (صحیح مسلم)

یعنی بدترین حاکم حطمہ یعنی حقوق پامال کرنے والا ہے۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدخواہ اور نیک خواہ حاکم کے متعلق فرمایا کہ "اے اللہ جو شخص میری امت کی ذمہ داریوں کا ولی بن جائے اور ان کو مشقت میں ڈال دے تو تُو بھی انہیں مشقت میں ڈال دے اور جو نرمی کا معاملہ کرے تُو بھی ان کے ساتھ نرمی کر۔ (مسلم ترمذی)

اسلام نے حاکم اعلیٰ کی رعیت کی غیر خواہی کو ارباب حکومت کا اہم فریضہ ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں۔

ان اسعد الرعاة عند الله من سعدت به رعيتہ وان اشقى الرعاة من شقيت

به رعيتہ (کتاب الخراج ابو یوسف)

یعنی سب سے زیادہ خوش قسمت حاکم خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رعیت سعادت پاوے اور سب سے زیادہ بد بخت حاکم وہ ہے جس سے اس کی رعیت شقاوت پاوے۔ اعلیٰ دیانتدار اور محنتی مزدور کی حوصلہ افزائی کرنا ضروری ہے اس کی تنخواہ کو اس معیار سے زیادہ کرنا اور اس سے تعریفی سند دینا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے ایک کارکن کے بارے میں جس نے بعض مواقع پر اپنے کام کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا تھا بعد میں آنے والے امراء کو اس سے حسن سلوک کی وصیت کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک دستاویز عنایت فرمائی تھی۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ وہ شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے اور اس پر پورے عرصہ میں خلفاء سے اپنا وظیفہ وصول کرتے رہے۔ (بحوالہ الترتیب الاداریہ)

اسلام نے کارکنوں کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے معاوضہ بھی مقرر فرما دیا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عامل کو حکم دیا تھا کہ سرکاری ملازموں کو پورا معاوضہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ چیزیں کارکنوں کو اپنے حالات درست رکھنے میں مدد دے گی۔ اور انہیں زیر تصرف اموال پر دست درازی کرنے سے بے نیاز کر دے گی اور اگر اس کے بعد وہ تیرے حکم کی خلاف ورزی کریں گے یا تیری امانت میں خیانت کریں گے۔ تو تیری طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے گی۔

کتاب الخراج کے سرنامہ میں ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک خط ہارون الرشید کے نام مذکور کیا گیا ہے جس میں

قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ وقت ہارون الرشید کو لکھا کہ :-

"بہتر یہ ہے کہ آپ نیکو کار، پاکیزہ دامن اور قابل اعتماد افراد کی ایک جماعت ملک میں پھیلایں جو شہروں اور قریوں میں جا کر عمال ریاست اور ان کی کارگزاریوں کی تفتیش کرے۔ پھر جب آپ کو کسی والی یا حاکم کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ ظلم و تعدی اور دوست درازیاں کرتا ہے رعایا کی دیکھ بھال کے بارے میں آپ کے ساتھ بد عہدی کرتا ہے۔ سرکاری اموال کا غبن کرتا ہے یا سرام خوردی پر انتر آیا ہے یا اس کے چال چلن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے تو اس کے بعد آپ کے لئے اسے بطور حاکم استعمال کرنا، رعیت کے کسی کام کا ذمہ دار بنانا اسے امور مملکت میں شریک کرنا حرام ہے۔ بلکہ ایسے بد طبیعت شخص کو آپ کی غر کر داری تک پہنچائیں اور اسے ایسی سخت سزائیں کہ دوسرے جو ابلی تک ان خرابیوں میں ملوث نہیں ہوتے ہیں۔ اسے دیکھ کر عبرت پذیر ہو۔ البتہ مظلوم اور بے گناہ کی آہوں سے آپ بچتے رہیں۔ ان کی رعایاں بارگاہ ایزدی میں مستجاب و مقبول ہیں۔

اسلام خدمت گزار ملازمین کے لئے پیش بھی صلہ میں دینے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ الادارہ الاسلامیہ ص ۱ پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدان کے ایک شخص قیس بن ماکہ الارجسی کو اس کی قوم پر عامل مقرر کیا تو آپ نے اس کا دقیقہ مقرر کیا اور مستقل طور پر دوسو صاع سالانہ سنار کی مکی اور دوسو صاع سالانہ خیوان انجیر بطور صلہ عطا کئے۔ یہ صلہ صرف عرصہ حیات تک نہیں بلکہ مرنے کے بعد اس کے ورثہ کو بھی ملتا رہا۔

اسلام سرکاری ملازمین کے لئے حکومتی اشیاء کو ذاتی تصرف میں لانا جائز نہیں سمجھتا۔ اور نہ ان کے لئے کوئی استغاثہ حاصل کرنے کو مجاز سمجھتا ہے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بلا اجازت ڈاک کے جانور پر ایک شخص کو سوار کر کے لے آیا۔ تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ جب تک تو اس کا گریہ بیت المال میں جمع نہیں کرے گا یہاں سے نہیں ہٹ سکتا۔

ملازم کے انتخاب سے متعلق حضرت علیؑ نے اشتر نخعی کو ولایت مصر پر مامور کرتے ہوئے لکھا کہ عمال کی رہروائیں پر کڑی نگاہ رکھنا کسی عامل کو دوستی اور غرض مندی کی بنا پر مقرر نہ کرنا بلکہ امتحان اور آزمائش کے ذریعے اس کا انتخاب کرنا۔

اسلام نے حکومتی عہدے داروں اور ملازموں کے لئے رشوت ستانی سے احتراز کرنے پر زور دیا ہے۔

حبیب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

«الرشی والمرتشی کلھما الدنار»

یعنی رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں

کھانسی کا حملہ
نزلہ زکام
کا دور

مناسب احتیاط اور سعالین کے بروقت استعمال سے
ان تکالیف کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
سعالین نزلہ، زکام اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے
اور ان سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔

سعالین

نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا

نوزو
ناک کے دھوکے
سوزش اور پھلک
کے لیے مفید
ایک پھوار ناک
کھول دیتی ہے
ہمدرد
ہمدرد دواخانہ، لاہور، پاکستان



مولانا سیف اللہ حقانی - دارالعلوم حقانیہ

علامہ مولانا عبدالحکیم زربولوی بحیثیت محدث اور متکلم

ایک وقت تھا کہ برصغیر پاک و ہند میں ہر طرف ظلمت و جہالت کے بادل منڈلا رہے تھے۔ بدعات، غلط رسومات اور گمراہی و ضلالت کا چرچا تھا۔ ہندوستان قوم کی گردنوں میں برطانوی سامراج کی غلامی کی زنجیریں تھیں اور ایسا کوئی وسیلہ نہ تھا جس سے ظلمت و جہالت کے بادل چھٹ جائیں۔ باطل مٹ جائے اور غلامی کا یہ سلسلہ ختم ہو۔ یاس و فتوہ کی حالت تھی کہ سب پر طاری ان حالات میں خداوند ذوالجلال کی رحمت خاص متوجہ ہوئی۔ اور ارجیاء ملت قومی و ملی تاریخ اور علوم و معارف کے تحفظ کی ایک عظیم تحریک مسجد چھتہ میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں نمودار ہوئی۔ جس نے بعد میں عالم اسلام اور حیار و تجدید پر دین کی تنظیم تحریک اور جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی کا روپ دھار لیا۔ اس جامعہ نے ایسے نامور سیوریٹ پیدا کئے۔ اور ایسے انوار پھیلائے جس سے جہالت کے بجائے علم و عرفان کا رجحان غالب ہونے لگا۔ اس طرح باطل و ظلمت کی جگہ حق و صداقت اور روشنی کے آثار نمودار ہوئے۔ غلامی کی بجائے آزادی نصیب ہوئی۔

الغرض حریت کا جھنڈا بلند ہوا اور ظلم و تشدد اور جبر و استبداد اور غلامی کو شکست ہوئی اور اس میں دارالعلوم دیوبند کے روحانی ابنار اور فضلاء نے ہر اہل دستہ کا کردار ادا کیا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا خوب کہا ہے :-

شاد باد و شاد و فی اے سرزمین دیوبند

ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

دارالعلوم دیوبند کے ان نامور سپوتوں میں سے ایک ہمارے شیخ و مرقدی شیخ العرب و العجم کے تیسرے رشید حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ہیں۔ جو بیک وقت محدث و مفسر متکلم و اصولی و فقہ الغرض جامع المعقول والمنقول تھے۔ آپ ۱۹۰۸ء میں موضع زربولوی تحصیل ثوابی ضلع مردان صوبہ سرحد پاکستان کے عظیم الشان علمی خانوادے میں مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔
دارالعلوم دیوبند سے فراغت پانے کے بعد کچھ عرصہ مختلف میں پڑھاتے رہے۔ بالآخر پاکستان میں دیوبند ثانی
دارالعلوم حقانیہ تشریف لے آئے اور تادم آخر اورطی دارالعلوم حقانیہ میں صدر مدرس اور استاذ حدیث و تفسیر
رہے۔ اور علم الکلام کی تدریس تو آپ کی مثال تھی۔ قدرت نے غیرت حیمت، دینی جذبہ، عشق رسول اور دین
و ناموس رسولؐ کے تحفظ کے جذبات ان کی فطرت اور طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھر گئے تھے یہی وجہ تھی
کہ آپ ہر باطل کے لئے سیف بے نیام تھے۔ اور باطل آپ سے لرزہ بر اندام تھا۔ مضحک اور منہ توڑ جواب
دینا اور خصم کو ساکت اور لاجواب کرنا آپ کا نمایاں وصف تھا۔ جہاں بھی اور جب بھی باطل نے سر اٹھایا تو
آپ کی رگ غیرت و حمیت چھڑک اٹھی اور سیف حلیمی نے اس کی سرکوبی کی۔

آپ جہاں ایک عظیم متکلم تھے وہاں ایک عظیم محدث بھی تھے۔ جب آپ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے
اس وقت سے مسلم تشریف مکمل اور بخاری شریف جلد دوم کا پڑھانا آپ کا مقدر بن گیا۔ اور زندگی کے
آخری لمحات تک ان کتب احادیث کو پڑھاتے رہے۔ آپ سند حدیث متن حدیث احکام متعلقہ
حدیث پر سیر حاصل بحث کرتے۔ تحقیق مذاہب ترجیح الراجح بڑے احسن طریقہ سے کیا کرتے تھے۔ محدثانہ
مہارت کا یہ عالم تھا کہ سب کچھ ایسی بلیغ و فصیح اور جامع غیر طویل و غیر محل تقریر سے بیان فرمایا کرتے تھے
جو دل کی گہرائیوں میں جگہ پاتا۔

حاضرین و سامعین اور سننے والے غسوس کرتے کہ پڑھانے والا مقاصد شریعت اور روح دین سے
واقف ہے۔ اور اسے علوم و فنون کی ہمہ گیر معلومات اور مشکلات اور دین کے اصول و فروع پر کافی
عمور حاصل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ آپ کی محدثانہ حذاقت اور متکلمانہ لطافت کا صحیح اندازہ وہ شخص لگا سکتا
ہے جس نے آپ کے ان صفات جلیلہ کو بخشم خود معائنہ اور مشاہدہ کیا ہو
شہیدہ کے بودمانہ دیدہ

چنانچہ ہم آپ کو کسی کلامی مسئلہ پر بحث کرتے دیکھتے تو یوں غسوس ہونے لگتا کہ روح رازی و غزالی
جس حلیمی میں سمود یا گیا۔ ہر بحث اور ہر موضوع کی بحث اصولی و مرکزی اطمینان آفرین تشفی بخش اور موجب
یقین ہوتی۔ جسے احادیث کے مستند ذخیروں میں پھیلے ہوئے طویل ترین بحث کا خلاصہ اور لب لباب قرار دیا
جاتا۔ سننے والے کو معلوم ہوتا کہ یہی دین کا مزاج اور روح ہے۔ شرح عقائد کے دروسوں میں طلبہ کے بلند
بایہ تحقیقی مباحث کا مہر سے محفوظ و مسرور ہوتے۔ باریک سے باریک مسئلہ آپ چپکیوں میں حل کر دیتے
اور اس طور پر کہ فریق مخالف کے پاس استدلال ٹک ہو جاتے۔ اور نہ راہ اگر کئی منکر خدا و صہری

منکر حدیث، دشمن صحابہ رافضی وغیرہ سے بحث چھڑ جاتی تو ابن المفر کا نعرہ لگاتے ہوئے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ فلاسفہ کا تعاقب اپنی متکلمانہ صلاحیتوں کے بدولت ایسے بلند وارفیع طریقہ سے کرتے کہ حکما کے دلائل حبیاء منثور ثابت ہو جاتے۔

حضرت اقدس صدر صاحب مرحوم کے برخور دار مخدوم زاود مولانا محمد ابراہیم فانی فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ نے افادات حلیم میں ہمارے ہی دلی و عطر کنوں کی ترجمانی کرتے ہوئے خوب لکھا۔

”ہم نے اگرچہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا رحمہ اللہ سے استفادہ نہیں کیا حضرت مجاہد ملت شیخ العرب والعجم سید مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پر شکوہ درس سے مخدوم رہے۔ حضرت شیخ الاسلام منظم عصر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ شانِ کلم کا مشاہدہ نہ کیا۔ محدث جلیل علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہی علوم سے بہرہ ور نہ ہوئے۔ حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعجاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ادبی نکتہ سنجیوں کا لطف نہ اٹھایا۔ جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی کے درس مسلم سے فیض یاب نہ ہوتے بلکہ ان اساطین امت کے دیدار کا شرف بھی نہ پایا۔ کیونکہ ان کا زمانہ ہم سے کچھ پہلے تھا۔ اور یہی آرزو ہمارے سینوں میں تاحشر و جزن رہتی۔ لیکن صد شکر کہ ان تمام نفوس قدسیہ واجلہ اکابر کا پرتو اور عکس جمیل ہم نے حضرت الاستاذ مولانا عبدالحلیم قدس سرہ کی شکل میں دارالعلوم حقانیہ کی مسند حدیث پر بہرہ جمان و رونق افروز دیکھا۔ واللہ الحمد



وضو تم رکھنے کے لئے جو تے پہنا بہت ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش ہونی چاہیے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار - دلکش - موزوں اور
واجبی نرخ پر جو تے بناتی

سروس شوز
قدم قدم حسین قدم قدم آرا



خیرو شر کی کنجیاں

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حاوی الارواح الی بلاد الافراح کے ص ۴۵ پر ایک عجیب بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ہر مطلوب کے لئے کنجی بنائی ہے جس کی وجہ سے اس مطلوب تک پہنچا جاتا ہے۔ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ نماز کی کنجی پاکی ہے۔ حج کی کنجی احرام ہے۔ نیکی کی کنجی پست ہے۔ جنت کی کنجی توحید ہے۔ علم کی کنجی حسن سوال ہے۔ نصرت و کامیابی کی کنجی صبر ہے۔ مزید نعمت کی کنجی شکر ہے۔ ولایت کی کنجی عبادت اور ذکر ہے۔ فلاح کی کنجی تقویٰ ہے۔ توفیق کی کنجی رغبت اور ڈر ہے۔ قبولیت کی کنجی دعلیہ۔ رغبت آخرت کی کنجی زہد فی الدنیا ہے۔ ایمان کی کنجی تفکر ہے۔ اللہ کے پاس جانے کی کنجی اسلام اور اخلاص ہے۔ حیات قلب کی کنجی تدبر فی القرآن اور سحری کے وقت دعا کرنا اور گناہوں کا ترک کرنا ہے۔ رحمت کی کنجی اللہ کی عبادت احسان کی کیفیت سے کرنا اور مخلوق کے نفع کے لئے سعی کرنا ہے۔ رزق کی کنجی استغفار اور تقویٰ ہے۔ عزت کی کنجی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ آخرت کی کنجی امیدوں کو خنصر کرنا ہے۔ ہر خیر کی کنجی اللہ کی طرف اور آخرت کی طرف رغبت ہے۔ ہر شر کی کنجی حب دنیا ہے۔ اور امیدوں کا لمبا ہونا ہے۔ دوزخ کی کنجی شرک اور کفر ہے۔ ہر گناہ کی کنجی شراب ہے اور گانا زنا کی کنجی ہے۔ نقصان کی اور ضروری کی کنجی سستی اور آرام طلبی ہے۔ کفر گناہ کی کنجی ہے۔ نفاق کی کنجی جھوٹ ہے۔ بخل کی کنجی حرص ہے۔ اور سنت سے اعراض کرنا بدعت کی کنجی ہے۔

حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم باب علم کا جس میں خیرو شر کی کنجیاں بتادی گئی ہیں۔ ایک ایک جملہ ایسا ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا اور آخرت کی کامیابی مل سکتی ہے۔ اگر کنجی مل جائے تو قفل آسمانی سے کھل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت علامہ کو کہ انہوں نے ہر مسئلہ کی کنجی بتادی ہے۔

ضبط و ترتیب :۔ مولانا سید نصیب علی شاہ حقانی
نائب رئیس جامعہ زرگرمی

تاریخ دارالعلوم دیوبند کا ایک ورق

شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف ترناوی کی زبان سے

شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف ترناوی نے فرمایا کہ اکابر دیوبند کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہوتا تو وہ بھی حق کے لئے تھا اس میں کچھ ذاتی اغراض نہ تھے ہاں ایسے موقع پر بعض شدت پسند متعصب وابستگان کے اس میں زیادہ دلچسپی لینے سے معاملہ مشکل ہو جاتا تھا۔ اور اس کا فائدہ اختیار حاصل کرتے تھے۔ فرمایا کہ اکابر کے درمیان جو اولین اختلاف پیدا ہوا وہ کچھ اس طرح تھا کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی دونوں ایک جانب تھے اور ان کے خلاف مہتمم مولانا حبیب الرحمن (برادر مولانا شبیر احمد عثمانی) اور مولانا حافظ احمد صاحب صدر مہتمم کے ساتھ تھا۔ اور اس خلاف کو پیدا کرنے میں دالالعلوم کے ایک منشی سید رحمت علی فاضل دارالعلوم نے کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ منشی رحمت علی مہتمم کے ہاں جا کر شاہ صاحب کے خلاف باتیں ذکر کرتا۔ اور شاہ صاحب کی باتیں پہنچا دیتا۔ پھر یہی منشی رحمت علی آکر شاہ صاحب کو مہتممین کے عزم اور باتوں سے آگاہ کرتا۔ چنانچہ دارالعلوم میں مشہور ہوا کہ شاہ صاحب اہتمام سے ناراض ہیں۔ شاہ صاحب کی طریقہ یہ تھا کہ شوال میں درس ترمذی شروع کر کے تعطیلات عید الاضحیٰ تک پڑھاتے۔ اور بخاری شریف عید الاضحیٰ یا سہ ماہی امتحان کے قریب یا بعد شروع فرماتے۔

اس واقعہ شاہ صاحب عید کی چھٹیوں میں حسب معمول کشمیر گئے معمول یہ تھا کہ شاہ صاحب کے کشمیر سے واپسی پر جملہ اساتذہ اور طلبہ ان کے مکان پر جا کر خوش آمدید کہتے۔ چنانچہ حسب معمول جب شاہ صاحب آئے تو ان کے مکان پر اساتذہ و طلبہ دارالعلوم کا تاننا بندھا ہوا تھا۔ ان میں مولانا رسول خان صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب بھی تھے۔ ان کی ملاقات کے بعد دارالعلوم کے منشی سید رحمت علی ملاقات کے لئے آکر ہاتھ باندھے تو شاہ صاحب نے غصہ کے عالم میں فرمایا کہ :-

”خبیث میرے سامنے کیوں آتے ہو؟ خبیث تو سید نہیں اگر ہے تو میرا کوئی گلا کاٹ دے تو چھ مہینے نہ رواں

چھ مہینے مادہ رہتے ہو۔“

چنانچہ منشی رحمت علی وہاں سے ہنتم مولانا حبیب الرحمن کے اہل گئے۔ اور روئے کہ حضرت مجھے تو شاہ صاحب دارالعلوم سے نکالتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمن دارالعلوم کے کرتا و ضرر تھے۔ انہوں نے اس سے قبل مولانا عبید اللہ سندھی کو بھی نکالا تھا۔ مولانا حبیب الرحمن کو یہ ناگوار گزرا۔

چنانچہ منشی رحمت علی نے راتوں رات مطلع قاسمی سے ایک اشتہار چھپوایا جس کی سرخی تھی کہ:-
مولانا انور شاہ صاحب کے اخلاق حسنة۔ اور اس میں شاہ صاحب کے الفاظ نقل کر کے سوال کیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا گناہ یہ ہے کہ میں نے ہنتم کے حکم پر ان طلبہ کا اخراج کیا جو کہ بقول وفد پنجاب شاہ صاحب کے کہنے پر سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ شاہ صاحب کے آدمی تھے۔ اور گڑ بڑ پھیلانا چاہتے تھے۔
فرمایا کہ وفد پنجاب کا ذکر کروں۔ یہ وفد پنجاب سے مولانا محمد العزیز گوہر الزوالہ کے قیادت میں مصالحت کے لئے آیا تھا۔ لیکن اس کو مولانا حبیب الرحمن نے واپس کیا۔ کیونکہ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ یہ وفد صرف شاہ صاحب کی حمایت میں ہے۔ اس لئے اس سے مصالحت مشکل ہے۔ مولانا حبیب الرحمن نے وفد سے کہا کہ تم پنجاب کے لوگ ہو اور پنجاب کے لوگوں کی دیوبند سے وابستگی کم ہے۔ اور نہ ہی اتنا چندہ دیتے ہو جیسا کہ دوسرے صوبے ہماری مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ انہیں بتایا کہ آپ کو شاہ صاحب کی حمایت میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ منشی کا یہ اشتہار دارالعلوم کے بورڈوں پر لگا ہوا تھا اور صبح جب طلبہ نے دیکھا تو ہنگامہ برپا ہوا۔ اس دوران دہلی سے مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی بھی مصالحت کے لئے آ پہنچے۔ طلبہ نے ہنگامہ کر کے دارالعلوم میں جلسہ کرایا۔ اور اعلان کرایا کہ آج کھانا بھی نہیں کھائیں گے۔ جملہ طلبہ جامع مسجد میں جمع ہو گئے۔ اس دوران مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی نے طلبہ سے خطاب کیا اور پرامن شیخ اور ہڑتال کرنے کی اپیل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تقریر میں حدیث پیش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انصرناک ظالما و مظلوماً اور اس حدیث کی تشریح فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کشمیری نے عالمانہ انداز میں خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میرا اور مدرسہ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ لہذا طلبہ اس میں حصہ نہ لیں۔ اور اپنے اسباق میں شغل جاری رکھیں۔ جلسہ کے اخیر میں حافظ احمد صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب کے ذریعہ طلبہ کو اعلان کروایا کہ طلبہ مطبخ سے کھانا لے لیں۔ اور ہڑتال ختم کریں۔ جلسہ ختم ہونے پر طلبہ دارالعلوم آئے تو وہاں مولانا حبیب الرحمن نے دارالحدیث میں جلسہ بلایا۔ اور کہا کہ شاہ صاحب اور مولوی شبیر کو چاہئے کہ مجھ سے پوچھ لیں اور کام کریں اور حقیقت حال معلوم نہ ہو مجھ سے وضاحت لیں۔ انہیں یہ ہنگامہ نہیں کہنا چاہئے تھا۔

اس دوران مولانا ظفر علی خان نے اپنے اخبار روزنامہ زمیں سندان میں اس نزاع پر مضامین لکھے جو شاہ صاحب کی حمایت میں تھے۔ جتنی کہ مولانا حبیب الرحمن کو نواب حبیب الرحمن لکھا۔ اس طرح مولانا محمد علی جوہر بھی دیوبند آئے جو بظاہر اہتمام کے خلاف تھے اور ایک دفعہ تو حضرت مدنی سے شیخ الہند کے مکان پر کہنے لگے کہ آپ نے مہتممین کی حمایت کیوں کی ہے۔ حضرت مدنی نے جواب میں فرمایا کہ ان حضرات کے دورِ اہتمام میں دارالعلوم کو جو عروج حاصل ہوا ہے وہ اس سے پہلے کسی دور میں نہیں ہوا۔ اور مزید فرمایا کہ حضرت آدم نے جب جنت میں دانہ کھا لیا تو جنت سے نکال دئے گئے۔ لیکن اس سے فائدہ یہ ہوا کہ ان کی اولاد سے بہت سے انبیاء پیدا ہوئے۔

اس دوران اہتمام والے حضرت مدنی کے ہاں آئے۔ اور کہا کہ آپ یہاں دورہ حدیث کے طلبہ کے لئے ترمذی شریف اور بخاری شریف شروع کرائیں۔ لیکن حضرت مدنی نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میں سلمیٹ سے آیا ہوں اور وہاں پڑھا رہا ہوں اس لئے وہ ناراض ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ شاہ صاحب خفا نہ ہو جائیں۔

بہر حال اہتمام والوں نے حضرت مدنی کو مجبور کیا اور مسلم شریف ان کے حوالے کی۔ اس سے قبل مسلم شریف مولانا رسول خان صاحب پڑھا رہے تھے۔ ان سے مسلم شریف لے کر ابوداؤد و دومی۔ حضرت مدنی کے تین دنوں تک مسلسل انکار کے باوجود اہتمام والوں کے اصرار پر مسلم شریف کا درس شروع کیا۔ حضرت مدنی کے درس کا انداز خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ خود سامنے کتاب نہ رکھتے اور ایک خاص خطبہ سے درس شروع کیا۔ طلبہ عبارت پڑھتے اور حضرت مدنی کتاب دیکھے بغیر تشریح کر دیتے۔ لہذا طلبہ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ دوسری طرف حضرت شاہ کشمیری سے طلبہ نے درس کا مطالبہ کیا۔ اور اصرار کیا کہ ہم آپ سے کچھ مستفید ہو جائیں لیکن حضرت شاہ صاحب نے انکار فرمایا۔ مگر طلبہ کے شدید اصرار پر صرف موطا امام مالک شروع کی۔ جو آپ مسجد خالقہ میں پڑھاتے تھے۔ بعد ازاں کسی نے مفاہمت کی نہ کوشش کی اور نہ کوئی مطالبہ منظور ہوا اور شاہ صاحب کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب کے مطالبات میں سے دو مطالبے اہم تھے۔

۱۔ ایک یہ کہ ارکانِ شوریٰ میں تین اراکین کو شامل کیا جائے۔ جو حضرت مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔

۲۔ دوم یہ کہ اہتمام حضرت نانوتوی کی اولاد اور پوتوں میں ہوں۔ اور چند شرائط کے ماتحت ہوں۔ وہ یہ ہیں۔ بہتر عالم ہوں، تجربہ کار ہوں، مدبر ہوں۔ اور مجلس شوریٰ کا مشورہ تسلیم کریں

ایک موقع پر شاہ صاحب نے تقریر کے دوران فرمایا کہ:-
 "بڑوں میں حافظ احمد سے کوئی زیادہ محترم نہیں اور چھوٹوں میں مولانا قاری محمد طیب سے کوئی زیادہ عزیز نہیں۔
 مزید فرمایا کہ یہ اختلافات دارالعلوم کی ترقی اور استحکام کے سلسلہ میں اجتہادی کوششوں کے مطابق تھے۔
 جس سے کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

فرمایا کہ اس سال پشاور میں جمعیت علماء ہند کا جلسہ ہوا جس کی صدارت حضرت شاہ کشمیری نے کی۔
 فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب بیمار بھی تھے اور حالات بھی خراب تھے۔ لہذا وہ گوشہ عافیت تلاش کرنے لگے۔ ان
 دنوں دو جگہوں سے دعوت آگئی۔ لاہور سے ڈاکٹر اقبال نے دعوت دی کہ انجمن حمایت اسلام کی صدارت سنبھالیں
 اور اسلامیات کا درس بھی دیں اور ساتھ ہی شاہی مسجد لاہور کی خطابت بھی کریں۔

ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ میرا مقصد یہ تھا کہ آئندہ زمانہ کے لئے شاہ صاحب کے ذریعہ فقہی اجتہادات ہو
 جائیں جس سے آئندہ نسلوں کو فائدہ پہنچے گا۔

دوسری جانب مدرسہ فتحپوری دہلی سے تدلیس کا دعوت نامہ آیا۔ لہذا شاہ صاحب نے مفتی کفایت اللہ
 صاحب سے مشورہ لیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مدرسہ فتحپوری کا ممبر بھی ہوں لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ وہاں
 نہ جائیں کیونکہ یہ انگریزی خوان لوگوں کا مدرسہ ہے یہ بے ادب ہوتے ہیں ان کے ساتھ وقت گزارنا مشکل ہے
 لہذا حضرت کشمیری نے اس مشورہ پر عمل کیا اور وہاں جانا پسند نہ کیا اور بعد میں فرماتے یہ تو میں نے اچھا کیا کہ مفتی
 صاحب کے مشورہ پر عمل کیا فتحپوری والے تو صرف مجھے لینا چاہتے تھے میرے ساتھ جو باقی بارہ مدرسین ہیں ان کا بھی نظام
 کدنا پڑتا۔

فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کا اپنا ارادہ کشمیر جانے کا تھا لیکن اس دوران شاہ صاحب کے شاگرد مولانا محمد موسیٰ
 سہلکی آئے اور کہا کہ وہ ڈابھیل چلیں اس کے بعد سیٹھ یوسف گارڈی بھی آئے اور وہاں جانے کا اصرار کیا۔ شاہ صاحب
 نے مفتی کفایت اللہ اور مفتی عزیز الرحمن سے مشورہ لیا۔ ان دونوں نے وہاں جانے کا مشورہ دیا۔ مولانا عزیز گل صاحب
 نے حاجی محمد موسیٰ کو کہا کہ شاہ صاحب کو وطن سے اور زیادہ دور کر دے ہو شاہ صاحب بیمار اور ضعیف ہیں۔ حاجی
 موسیٰ نے کہا کہ آپ کی بات تو ٹھیک ہے مگر میں ان کی ذات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ ڈابھیل کا مدرسہ تعلیم الدین
 کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں مولوی عبد الجبار صوابی کے پڑھاتے تھے وہ پیر بھی تھے۔ بعد میں شاہ صاحب نے
 اس مدرسہ کا نام جامعہ اسلامیہ رکھا جو اسی نام سے آج تک مشہور ہے۔ ڈابھیل کا یہ مدرسہ شاہ صاحب کی وجہ
 کامیاب ہوا۔ اور بہت سے جید علماء نے شاہ صاحب سے دورہ حدیث پڑھا، یعنی اور احمد آباد کے علماء بھی فیض
 یاب ہوئے۔ ان کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانی ترمذی اور مولانا سراج احمد ابوداؤد پڑھاتے تھے ۛ

حکومت پاکستان وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد

۲۶ جنوری ۱۹۸۷ء

اسلامی موضوعات پر خواتین کی تصانیف کا انعامی مقابلہ

وزارت مذہبی امور گزشتہ ایک سال یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ بمطابق (۲۶ نومبر ۱۹۸۵ء) سے ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ بمطابق (۱۴ نومبر ۱۹۸۶ء) کے دوران میں خواتین کی قرآن مجید، سیرت النبیؐ اور اسلامی موضوعات پر لکھی گئیں اور شائع شدہ بہترین کتب کے لئے مندرجہ ذیل صدارتی انعامات کا اعلان کرتی ہے۔

پہلا انعام / ۳۰۱۰۰۰ روپے صرف قومی زبان اردو میں

دوسرا انعام / ۶۰۱۰۰۰ روپے علاقائی زبانوں یعنی پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی میں لکھی ہوئی کتب۔
یہ رقم علاقائی زبانوں میں لکھی ہوئی ہر کتاب کے لئے پندرہ ہزار روپے کے حساب سے برابر برابر تقسیم کی جائے گی۔

تیسرا انعام / ۱۰۰۰۰ روپے بچوں کے لئے صرف قومی زبان اردو میں۔

شرائط و معیار کتب

- ۱۔ کتابیں خواتین کی لکھی ہوئی چاہئیں۔
- ۲۔ علاقائی زبانوں میں تحریر شدہ کتب صرف پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی ہی میں ہوں۔
- ۳۔ کتاب اصل ہو اور اس سے پہلے کسی دوسری زبان میں شائع شدہ کتاب کا ترجمہ نہ ہو۔
- ۴۔ مقابلہ کی جملہ کتب قابل اعتراض / اختلافی مواد سے بالکل پاک ہوں۔
- ۵۔ کتب غیر معمولی عملی تحقیق، ادبی ذوق فصیح، سلیس و سادہ اسلوب اور دلچسپ طرز تحریر کی حامل ہوں البتہ بچوں کے لئے لکھی گئیں کتابیں ان کی ذہنی اور علمی استعداد سے مطابقت رکھتی ہوں۔
- ۶۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی کتب
- (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انسان کی سماجی، سیاسی، معاشی، تعلیمی، قانونی اور اخلاقی زندگی میں لائی ہوئی تبدیلیوں پر
- (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین کے بارے میں حسن سلوک اور معاشرے میں عورت کو صحیح مقام دلا کی عکاسی کرتی ہوں۔
- ۷۔ ہر درجہ کے مقابلے کے لئے بھیج جانے والی کتابیں ۱۰۰ صفحات سے کم نہ ہوں۔
- ۸۔ کتابیں طبع شدہ ہوں قلمی نسخے قابل قبول نہیں ہوں گے۔
- ۹۔ مقابلے کیلئے ارسال کردہ پکیٹ پر اس مقابلے کا نام واضح طور پر درج ہو جس میں شرکت کی جانے مطلوب ہے۔

مقابلے میں شرکت کی خواہشمند تمام خواتین سکالرز سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی تصانیف کی دس دہانوں مع کوائف حیات کے ۳۱ مئی ۱۹۸۷ء تک عبد الاحد حقانی اسسٹنٹ ڈائریکٹر (سیرت) وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد (فون نمبر ۸۲۸۲۸۱) کے نام ارسال کر دیں۔

۵

حقانیہ سے زہر تک

مجمع البحوث الاسلامیہ | یہ مصر کا اہم مذہبی تحقیقی اور علمی ادارہ ہے۔ جدید دور میں تحقیق کے لئے تمام مسلمانوں کی نظریں اس پر ہیں۔ عالم اسلام کی بہت سی توقعات اس ادارہ سے وابستہ ہیں۔ ازہر ایک اہم شعبہ ہے۔ ملک کے چیدہ چیدہ علماء پر مشتمل ایک کونسل ہے۔ جو روزمرہ مسائل پر تحقیق کے علاوہ جدید اور قدم اصطلاحات کو جمع کرتے ہیں۔ اس ادارہ کے بنیادی مقاصد میں سے مصر کے اندر تبلیغ اسلام کے علاوہ تمام دنیا سے علمی ثقافتی اور مذہبی روابط کو قائم رکھنا ہے۔ مصر میں ہزاروں کی تعداد میں خطباء۔ ائمہ اس ادارہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور اس کی نگرانی میں بیرون ملک چار ہزار مبعوثین دینی خدمات کی سرانجامی میں مصروف ہیں۔ آج تک دیگر موضوعات کے علاوہ علوم قرآن و سنت، عقیدہ اقتصادیات، علاقات الدولیہ، جہاد، مسئلہ فلسطین، دعوت اسلامی اور حفارت اسلامی حبیبی قومی اور ملی مسائل پر کام کر رہے ہیں۔

دکتور عبدالودود شلبی | تیسری اہم شخصیت جس نے شہر کا کورس کے دل موہ لئے وہ دکتور عبدالودود شلبی تھے۔ آپ اتوار کے دن صبح تشریف لاتے۔ سیاح مورخ اور بہترین خطیب ہونے کے علاوہ ملک کے نامور مصنفین کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا موضوع ”التبشیر والہدافہ“ تھا۔ جس موضوع کا انتخاب آپ نے اپنے لئے کیا تھا۔ وہ آپ کے مزاج کے عین مطابق تھا۔ آپ جامعہ ازہر کی طرف سے مبعوث ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے علاوہ یورپ اور افریقہ کے ممالک میں رہ چکے ہیں۔ مختلف رنگ و نسل اقوام کے مزاج سے آپ خوب واقف تھے۔ عیسائی مشنری کے مذموم عزائم سے کافی معلومات رکھتے تھے جس کی بنا پر متعلقہ موضوع پر دل کھول کر بحث کرتے۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں ازہر کے ”مکتبہ اصول الدین“ سے بی اے کرنے کے بعد ”مکتبہ اللغة العربیہ“ سے تخصص کیا۔ ابتدائی ایام میں وزارت تعلیم و اوقاف سے منسلک رہے۔ بحافوت میں دلچسپی اور لگن کی وجہ سے مختلف ادوار میں آپ ماہنامہ ”نور الاسلام“ اور ماہنامہ ”الازہر“ کے مدیر اور نگران رہے۔ درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ اکثر کتب معیاری انداز کی لکھی ہوئی ہیں۔ ادبیت اور لسانیات کے باریک پردہ میں تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں۔

”لما ذایخا فون الاسلام“۔ ”کیف أری اللہ“۔ ”حتی لا نخرج“۔ ”الترؤب المقدس“ جیسی تصنیفات خصوصاً اہمیت کے حامل ہیں۔

پاکستان سے والہانہ عقیدت | آپ مبعوث کی حیثیت سے لاہور میں کچھ مدت کے لئے رہ چکے ہیں۔ اس لئے پاکستان کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں۔ اہم شخصیات اور سیاسی تنظیموں کی خدمات اور رویوں سے خوب واقف تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مجھے پاکستان سے بہت محبت ہے۔ خاص کر علامہ اقبال مرحوم سے بہت متاثر ہوں۔ عقیدت کی وجہ سے میں نے اپنے ایک بیٹے کا نام ”محمد اقبال عبدالودود“ رکھا ہے۔ جب کہ دیارِ مصر میں ایسا نام بہت کم رکھا جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں آپ جامعہ ازہر کے اس اہم شعبہ ”دعوت الاسلامیہ“ کے امین العام ہیں۔ اس کورس کی تمام تر ذمہ داری کا تعلق آپ سے تھا۔ آپ بڑی لگن اور جانفشانی سے سرانجام دے رہے تھے۔ عطیہ محمد عطیہ سقر | چوتھی شخصیت جس سے وافدین بہت متاثر ہوئے وہ شیخ عطیہ سقر تھے۔ آپ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ”بہا بائی ہانامی گاؤں میں پیدا ہوئے نو سال کی قلیل مدت میں تکمیلِ حفظ کے بعد آپ نے سکول میں قدم رکھا۔ ۱۹۴۲ء میں ایم اے کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا ایک اہم دور شروع ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق چونکہ کلیۃً اصول الدین سے رہا اس لئے فراغت کے بعد امامت و خطابت کی خدمت سے آپ منسلک ہوئے۔ لیکن نامور مصنف اور بے بدل خطیب ہونے کی وجہ سے آپ میدانِ تقریر و تحریر پر خوب چھا گئے۔ آج بھی اس میدان میں جو ہر کمالات دکھا رہے ہیں۔ آج کل آپ ایک بلند پایہ خطیب اور مایہ ناز مصنف کی حیثیت سے ملک میں متعارف ہیں۔

آپ کے علمی تحقیقی اور مقالات روزمرہ اخبارات اور رسائل کے لئے زمینت ہوتی ہیں۔ دارالافتار سے تعلیم کی بنا پر ریڈیو۔ ٹی وی اور اخبارات میں دینی مسائل کے جواب دینے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے ہیں فتویٰ دینے میں جدت پسندی اور وسعت کے قائل ہیں۔ سہل سے سہل قول پر فتویٰ دیتے رہتے ہیں خواہ کسی مذہب سے آپ کا موضوع ”خطابت نظریہ“ رہا۔ جمعرات کے دن ظہر کے بعد تشریف لاتے پہلی ملاقات میں کہہ کہ میں اس موضوع پر جو کہوں گا وہ آپ کو کتابوں کے اوراق میں نہیں ملے گا۔ بلکہ میں ساٹھ سال کی عظیم مدت سے خطیب رہا ہوں۔ جو کچھ کہوں گا اس کا تعلق میرے تجربہ سے ہو گا۔ یقیناً آپ اس موضوع پر ایسے انداز میں بولیں جیسا کہ آپ خود ہی اس فن کا موجد ہو۔

عبدالحمید فرغی | آپ کا موضوع بحث ”التصوف“ رہا۔ محافظہ ریویوٹ کے ”التخیلہ“ نامی گاؤں میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر سے بی اے کرنے کے وکالات علیا کی تکمیل آپ نے ”جامعہ عین شمس“۔ ۱۹۵۱ء میں کی۔ تصوف اور لغت عربی میں متعدد تصانیف کے مالک ہیں۔

دکٹر عبدالجلیل عبدالہ شلبی | جامعہ ازہر کے فیض یافتہ ہیں فلسفہ میں تخصص کرنے کی وجہ سے آپ کا تقا

زیادہ تر اس موضوع سے رہا۔ مجمع البحوث الاسلامیہ کے امین العام ہونے کے علاوہ ملک کے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ متعدد علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف ہیں۔

دکتور محمد عمار | ۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ البتہ دراسات علیا کی تکمیل جامعۃ الزہرہ سے کی۔ جمعرات کے دن صبح تشریف لاتے۔ مزاج میں سادگی عیاں تھی۔

دکتور رؤف شلبی | محافظہ شرقیہ میں ۲۲ ستمبر ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔ اول سے لے کر آخر تک رشتہ تعلیم ازہر سے رہا ہے۔ جامعہ ازہر میں کچھ مدت مدرس رہنے کے بعد شیخ الزہر کے "مقدمہ خاص" رہے "کلیۃ الدعوة الاسلامیہ" کی سرپرستی بھی کچھ مدت کے لئے کی۔ "یا اهل الكتاب السنۃ الاسلامیہ" کے علاوہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

جمال ابن محمود | ۹ مئی ۱۹۲۰ء کو محافظہ سیوط میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی کا زیادہ تر تعلق "جامعۃ القاہرہ" سے رہا۔ تعلیمی اور انتظامی امور میں مہارت کی وجہ سے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ "الاسلام و قضاۃ الاسلام والحرب" تصنیف یا اسلامیت "اصول المجتمع الاسلامی جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔

دکتور عزت علی محمد سرجی | تمام اساتذہ میں آپ جوان نظر آتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں ان کا یہ موضوع "علوم الحدیث" رہا۔ اسناد کے ذمے تھا لیکن اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ موضوع آپ کے حوالہ کیا گیا۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم جامعۃ القاہرہ سے کی۔ جب کہ دراسات علیا کی تکمیل جامعہ ازہر سے کی۔ منہاج الدعوة والاعاء "تاریخ العربیت" نامی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مصری علماء کی حالت زار پر آنسو بہاتے۔ ایک دفعہ رمضان المبارک میں شیخ الزہر کی طرف سے افطار پارٹی کے موقع پر ہم نے ان سے عرض کیا۔ کہ مصر میں رمضان المبارک میں دن بھر بہ ہوٹل کیوں کھلے رہتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ آپ لوگ ایسے مکاتے تعلق رکھتے ہیں جہاں کے علماء آزاد ہیں۔ وہاں پر علماء حق کی وجہ سے معاشرہ پر کنٹرول ہے۔ لیکن یہاں ہمارے ہاں مصر میں علماء آزادی کی عظیم نعمت سے محروم ہیں۔ ہمارے معاشرہ کی خرابی کی اصل وجہ علماء کی زبان بندی ہے۔

ہمارا یہ دورہ ایک مطالعاتی اور تعارفی دورہ تھا۔ بلکہ استفادہ کے لئے ایک سنہری موقع تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمت فرمایا۔ اس لئے حسب فرصت موقع ملتے ہی علمی اتار سخی اور نامور مقامات پر جانے کے لئے پروگرام بناتے۔ اس کی ابتداء محقر نے بوجہ قریب ہونے کے "جامع حسین" سے کی۔

جامع حسین | جامعہ ازہر کے بالمقابل سڑک کے دوسری جانب ایک عظیم الشان مسجد "جامع حسین" یا "مشہد حسین" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں کی تاریخی تحقیق کے مطابق ۵۴۵ھ ربيع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کا سر مبارک شام سے یہاں مصر لایا گیا۔ ابتداء میں کسی دوسری جگہ رکھا گیا اور بعد ازاں یہاں دفن کیا گیا جس دروازے

سے یہ سرد داخل کیا گیا اس دروازے کو "باب الاحضر" کہتے ہیں۔

مسجد کے امام و خطیب "النجدی الصالح الخولی" سے ملاقات ہوئی۔ اسلامی اخوت اور دینی جذبے کی بنا پر میرے پاکستانی ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت سے پیش آئے۔ چند سوالات کا بڑے سکون اور آرام سے جواب دیا۔ دوران گفتگو یہ بات معلوم ہوئی کہ سال میں تین مواقع پر اس مسجد میں خصوصی محفل "میلاد" کے نام سے منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک ۵ شعبان کو حضرت حسین کی پیدائش کی مناسبت سے۔ دوسرا پروگرام ۱۰ محرم شہادت حسین کے موقع پر اور تیسرا پروگرام ربیع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کے سرلانے کی نسبت سے منعقد کرتے ہیں۔

تاہم تاریخ کی کتب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصریوں کا یہ نظریہ صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے کسی مستند قول سے اس کا اثبات ممکن نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے مستقل ایک رسالہ "مسئلہ راس الحسین" کے نام سے لکھ کر اس کا خوب رد کیا ہے۔

تاہم عوامی اعتقاد کی بنا پر جامع کو قاهرہ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ عالم اسلام کے مشہور قاری جناب عبدالباسط صاحب ہر جمعہ کو اس مسجد میں آکر تلاوت کرتے ہیں۔

سربراہ مملکت بھی عیدین کی نماز یہاں ادا کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس مسجد میں ایک مخصوص کمرہ ہے جسے "حجرۃ آثار النبی" کہتے ہیں۔ اس میں چند متبرک منسوب اشیاء بڑی ہیں جن میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی مبارک کے تین بال، عصا مبارک کا ایک ٹکڑہ، قمیص مبارک کا ایک حصہ، حضرت علیؑ کے خط کا ایک حصہ اور مصحف عثمانی کا ایک نسخہ موجود ہے۔ بد قسمتی سے ان دنوں مرمت کا کام ہو رہا تھا جس کے باعث ان اشیاء کے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا۔

مسجد کے گرد اگر ایک وسیع میدان ہے جہاں گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ قبلہ کی جانب اسی میدان میں ایک پولیس چوکی بھی ہے مسجد کی بیشتر آبادی پرانی ہے۔ پچاسی قد اور ستونوں پر یہ مسجد قائم ہے چھوٹے دروازوں کے علاوہ چاروں طرف نکلنے کے لئے بڑے بڑے چار دروازے ہیں۔

مسجد کے اندر "مکتبۃ البجامع الحسین" کے نام سے ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں صبح ۹ بجے سے لے کر رات آٹھ بجے تک لوگ مطالعہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔ ناظم کتب خانہ کے بیان کے مطابق پانچ ہزار کے لگ بھگ کتابیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ کتب خانہ کے ذرائع آمدنی اوقات کے علاوہ خیر حضرات کے تبرعات اور صدقات ہیں۔

۱۴ اپریل بروز جمعہ ایک مصری دوست شیخ احمد کی رہنمائی میں جامع شافعی جانا ہوا۔ اس کے علاوہ ایک بار پھر دوران قیام استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، جناب شفیق فاروقی اور جناب عبدالصمد صاحب کی معیت میں جانا ہوا۔ امام شافعی کا مزار جس علاقے میں واقع ہے اسے "حارۃ الشافعی" کہتے ہیں جب کہ مرطک

بھی شارح امام الشافعی کے نام سے موسوم ہے بصری دستور کے مطابق یہاں بھی مزار کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد ہے۔

امام شافعی | حدیث و فقہ کا کوئی شایہی کوئی ایسا طالب علم ہو جو امام شافعی کے نام سے واقف نہ ہو فقہی مباحث میں علمی موشگافیوں کو دیکھ کر امام شافعی کی فقہیت اور دور اندیشی کا احساس ہوتا ہے۔

نسب کے اعتبار سے آپ عبدالمناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں۔ آپ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء کو غزوہ (فلسطین) اور بقول بعض مستقلان میں پیدا ہوئے۔ حدودِ جہ کی ذہانت کے علاوہ بے مثال حافظہ کے مالک تھے کہ سات سال کی قلیل مدت میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے ابھی دس سال کے تھے کہ موطا امام مالک یا دیگر لی۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے شیخ مسلم بن خالد زہی کی اجازت سے فتویٰ دینے لگے۔ زندگی میں انقلابی اور اہم احوال سے آپ کو گزرنا پڑا۔ نشیب و فراز کے متعدد مدارج طے کئے۔ مکی زندگی تقی قابلیت کی وجہ سے عوام و خواص کے منظورِ نظر تھے کہ اچانک حرم مکی میں آپ کی ملاقات حاکمِ مین سے ہوئی۔ تبحر علمی اور خداداد قابلیت کو دیکھ کر حاکمِ مین نے آپ کو ایک اہم سرکاری عہدہ کی پیشکش کی۔ وقتی مصالحت کو دیکھ کر آپ نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ اور حاکم کے ساتھ مین چلے گئے۔ لیکن مقامی رقابتوں کی وجہ سے زیادہ دیر تک آپ اس عہدہ پر نہ رہ سکے۔ حاکم وقت کی مخالفت میں "زیدی" یعنی بن عبد اللہ کی خلافت کے حامی تھے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ مخالف گروہ سے آپ کے مراسم و روابط ہیں اور سیاسی میدان میں امام شافعی مخالفین کے ہمنوا ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں ہارون الرشید نے ۱۸۹ھ / ۸۰۵ء میں آپ کو اپنے دربار عراق میں طلب کیا۔ امام شافعی کے پہنچنے کے وقت ہارون الرشید کے دربار میں امام محمد رحمۃ اللہ ایک اہم مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ امام محمد کی سفارش اور اطمینان دلانے پر اور خود امام شافعی کے معقول بیان سے یہ الزام درست ثابت نہ ہوئے تو آپ کو معزز طریقے سے رہا کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ آپ عراق ٹھہرے اور دو سال کی قلیل مدت گزارنے کے بعد آپ دوبارہ مکہ مکرمہ آ گئے۔ اور نو سال یہاں گزارنے کے بعد ۱۹۵ھ میں آپ بغداد تشریف لے گئے۔ قیام بغداد کے دوران والی مصر عباس بن موسیٰ کے بیٹے عبداللہ سے وابستگی پیدا ہوئی۔ جس کی بنا پر ۲۸ شوال ۱۹۸ھ / ۲۱ جون ۸۱۴ء کو آپ نے سرزمین مصر میں قدم رکھا۔ قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہ دیا۔ حالات و واقعات سے مجبور ہو کر ایک بار پھر عارضی قیام کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور آخر کار ۲۰۰ھ میں آپ نے دوبارہ مصر آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس دوران یہاں آ کر آپ کو اپنے اقوال اور مذہب پر نظر ثانی کا سنہری موقع ملا۔ بہت سے مسائل میں آپ نے سابقہ اقوال سے رجوع کیا۔ جو "قولِ جدید" کی اصطلاح سے فقہاء کے ہاں معروف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام شافعی نے آخری عمر کے ان چار سالوں میں ڈیڑھ ہزار ورق یعنی تین ہزار صفحات پر مشتمل مسائل املا کرائے
۵۲۴ھ کو حجب کی آخری تاریخ بطابق ۲۰ جنوری ۸۲۰ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور رحلت فرما گئے۔

امام شافعی کا مقبرہ | امام شافعی کا یہ مقبرہ مصر کے حسین ترین مقابر میں شمار ہوتا ہے۔ "المقبرۃ" کے
بیان کے مطابق سلطان الکامل کے ہاتھ سے اس عمارت کی تکمیل ۴ جمادی الاولیٰ ۶۰۸ھ کو ہوئی۔ اس کا اندرونی
رقبہ پندرہ میٹر سے زیادہ اور بیرونی رقبہ بیس مربع میٹر کے قریب ہے۔ دیواریں کوئی ۲.۵ میٹر لمبی ہیں۔ اس وقت
کے مطابق یہ عمارت مضبوط ترین دیواروں پر بنائی گئی۔ دیواروں کی یہ مضبوطی اگرچہ سٹی یا خشتی گنبد کیلئے کافی تھی۔
پھر بھی اس پر چوبی گنبد بنائی گئی۔

باہر سے یہ عمارت دو منزلہ ہے پہلی منزل ۱۰.۶۲ میٹر بلند ہے۔ جب کہ دوسری منزل ۱.۱۶ میٹر لمبی ہے مقبرہ
میں جنوب مشرق کے دروازے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ جب کہ ایک دروازہ شمال مشرق کی جانب سے مسجد کی طرف
بنا یا گیا ہے۔ لیکن مرکزی دروازہ جنوب مشرق والا ہے جس کے ارد گرد چند کمرے ہیں۔ جن میں یہاں کے مجاور رہتے ہیں
اور ایک کمرہ خطیب کے لئے مخصوص ہے۔ مقبرہ کے اندر داخل ہوتے ہی آرائش اور خوبصورتی کی سحر کاری سے انسان ششدر
رہ جاتا ہے۔ دیواروں کی گیلریوں اور گنبد پر جو رنگین نقاشی کی گئی ہے وہ نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔

چاروں دیواروں پر کوئی پانچ میٹر کی بلندی پر آٹھ شہتیر قائم کئے گئے ہیں جس سے فانوسوں کو سہارا دیا
جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں تزیین و آرائش کا کام بدستور جاری تھا۔ خود قبر خلاف شرع طریقہ سے بنا کر ایک
آہنی جنگلے میں مقصور ہے۔ اس پاس اور بھی قبریں ہیں۔

مقبرہ کے اندر مقیم مجاوروں کی حالت افعال و کردار کے اعتبار سے وہی ہے جو ہمارے ہاں بعض مزارات
پر دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کے مجاور پھر بھی شرافت میں رہ کر جو بھی کچھ دے دے غنیمت سمجھتے ہیں لیکن وہاں
پر زائرین کپڑوں سے چھٹ کر "لابیسکون الناس الخاف" کی ایجابی صورت پیش کرتے ہیں۔ خاص کر غیر ملکی زائرین
تو چھوڑے میں نہیں آتے۔ بدقسمتی سے قرآن و سنت کے اس عظیم داعی، شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والے عظیم مجاہد
کا یہ مرقہ آج قبر پرستی، نیاز و سجدہ کا ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ مجھے اس وقت سخت افسوس ہوا کہ مصری دیہاتی
لباس میں بلبوس ایک عورت قصداً و عمداً قبہ کو چھوڑ کر قبر کی جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہی تھی۔

مزار و کیع پر حاضری | امام شافعی کے مزار سے نکل کر اسی محلے میں شارب شافعی پر چند قدم کے فاصلہ پر
امام و کیع کا مزار واقع ہے۔ امام و کیع کی قبر پر وہ انتظامات نہیں جو دوسری قبور پر ہیں۔ ایک مختصر کی سی جگہ
پر لب سرہک چھوڑے گئے ہیں یہ مزار واقع ہے۔ یہ کمرہ ہفتہ بھر مقفل رہتا ہے صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے
استاد محترم حضرت مولانا تیسع الحق صاحب کی معیت میں ہم جب یہاں حاضر ہوئے تو کمرہ بند تھا۔ البتہ جمعہ کے دن

مجھے اندر جانا ہوا۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

”مقام الامام و کعب مقری الامام الشافعی

جدودہ توقیع صحیح الطحاوی — ۵۹ ۵۳

دروازہ سے داخل ہو کر صرف ایک ہی قبر ہے جو خلاف شرع طریقہ پر بنائی گئی ہے۔ قبر زمین سے دو تین گز کی بلندی پر ہے۔ چاروں اطراف سے سبز چادریں ڈالی گئی ہیں۔ قبر کی دائیں جانب کونے پر ایک کتبہ لگا ہوا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

”ہذا مقام العارف یا اللہ تعالیٰ الامام و کعب بن الجراح بن مریج الرواسی ابوسفیان الکوفی الحافظ

المتوفی ۱۹۰ھ الموافق ۸۰۵ء مقری الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اس کے نیچے وہی اشعار لکھے گئے ہیں جن میں استاد شاگرد کو قوتِ حافظہ کے لئے ایک اکسیر سمجھائے گئے ہیں۔

شکوت الی و کعب سوء حفظی فارشدنی الی توک المعاصی

واغبر فی بان العلم نور و نور اللہ لا یهدی لعاصی

استاد محترم کی معیت میں امام و کعب کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد لیث بن سعد کے مزار پر ضحری مزار پر جانے کی خواہش تھی۔ حضرت لیث بن سعد کا مزار بھی دور نہیں بلکہ نام شافعی کے اسی محلے میں واقع ہے۔ حضرت لیث بن سعد کو بھی بعض حضرات نے ابدال میں شمار کیا ہے بلکہ درجہ کے مجتہدین میں سے ہیں۔ فقہیت اور اجتہاد میں دوسرے امم سے کم نہیں یہ الگ بات ہے کہ دوسرے امم کی طرح آپ کو شہرت نہیں ملی۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ:

”لیث بن سعد امام مالک سے بھی بڑے فقیہ ہیں البتہ ان کے شاگردوں نے ان کا اہتمام نہیں کیا۔“

اگر ان کو بھی امام محمد اور قاضی ابو یوسف جیسے شاگرد مل جاتے تو ان کا مذہب بھی آج کسی نہ کسی خط پر ضرور باقی رہتا۔ ابھی تو صرف کتابوں کے صفحات تک محدود ہے۔ آپ وقت کے بلند پایہ مجتہد اور عارف باللہ عالم تھے علم و فضل کے علاوہ مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی سالانہ آمدنی جس سے آپس پر دینار تک تھی لیکن سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ غوام و خواص کے لئے مرجع تھے۔ امار اور سلاطین بھی آکر ملکی امور میں مشورہ لیتے۔ آپ کی وفات ۱۵۱ھ شعبان ۱۵۱ھ کو ہوئی جنازہ میں اس قدر ازدحام رہا کہ کسی دوسرے کی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔

لیث بن سعد کی قبر کے سامنے آپ کے بیٹے شعیب بن لیث کی قبر ہے چھوٹی سی مسجد ساتھ بنائی گئی ہے ہر دو روزہ قبور پر فاتحہ کے بعد ہم مسجد میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر واپس ہوئے۔

محمد ابوالہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خشک

شہادت گاہ بالاکوٹ

۳۱ فروری ۱۹۸۷ء کو بندہ بالاکوٹ میں شاہ اسماعیل شہید کے مزار پر حاضر ہوا۔ اس روح پرور اور کیف آگیز فضا میں یہ نظم موزوں ہوئی۔ جو کہ اہل ذوق حضرات کی ندر ہے۔ — فانی



اے نسیم جاں فرزا باد صبا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
یہ شہادت گاہ الفت یہ شہیدوں کی زمیں یہ فضا کتنی معطر یہ جہاں کیسا حسین
درہ درہ اس کا اللہ ہمسر ماہ میں اس کی عظمت پر سے شاہد گوش چرخ بریں
ہر طرف سے آرہی ہے یہ صدا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
یہ وہ درہ جس کو دیتے ہیں منہ و انجم خراج لیتی ہے تو قیر سے دنیا بھی اس کا نام آج
قوت باطل ہے اس کے سامنے روباہ مزاج اس سے قائم دین قیم امت احمد کی لاج
کس قدر وجد آفریں ہے یہ فضا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
اس زمین پاک میں خوابیدہ وہ قدسی صفات جن کے نقوای و تقدس پر ہیں شاہد شش جہاں
پالیا تھا ان کو فائیشوں نے لار کا سنات ان سے ہے وابستگی بس باعث فوز و نجات
ہیں یہاں وہ اہل دل اہل وفا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
وادی کا غاں یہاں کے دشت و ماہن کو ہمسار کہہ رہے ہیں قصہ جو رستم دیوانہ وار
اور زبان حال سے گویا ہے دریائے گمنہار اس نے دیکھا ہے یہاں پر ذوق ایماں کا خار

سن بھی لے یہ ماجرائے دلربا آہستہ چل
 یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
 یہ زمیں تو اہل عرفاں مسوقتہ جانوں کی ہے شمع حق پر مٹ چکے جو ایسے پروانوں کی ہے
 گلشن توحید و سنت کے ثنا خوانوں کی ہے جو رہے دنیا سے غافل ایسے بیگانوں کی ہے
 مل رہا ہے ہاں مینزل کا پتا آہستہ چل
 یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
 کارواں یہ جس جگہ پہنچا حشر برپا کیا نور حق سے عالم ظلمت کو خشنود کیا
 ہر دل حق آشنا میں درد دل پیدا کیا اور حنین و بدر کے اُس عہد کو زندہ کیا
 ہیں یہاں وہ حق پرست درد آشنا آہستہ چل
 یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
 دس حریت جہاں ملتا ہے یہ ہے وہ مقام یہ وہ میخانہ ہے لٹتے تھے جہاں وحدت کے جام
 ہیں یہاں آسودہ ایسے دینِ قیم کے امام کر رہا ہے آسماں بھی جن کی سطوت کو سلام
 ہے مقام صبر و سلیم و رضا آہستہ چل
 یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
 ہے یہ خطہ کس قدر عہدِ آفریں تاریخ ساز تذکرہ اس کا سے کتنا دل کشا و دلنواز
 یہ وہ خطہ جس پہ ہے اب ملتِ بیضا کو ناز آسماں بھی جھک کے کرتا ہے یہاں راز و نیاز
 یہ فضا ہے مہبطِ نور خدا آہستہ چل
 یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل
 ان کی عظمت و اہ فانی مرتبہ ان کا بلند فخر ان اسلاف پر کرتے ہیں اہل دیوبند
 حق کے رستے میں کٹا ان ہستیوں کا بند بند پھر بھی ان کو گالیاں دیتے ہیں چند بدعت پسند

رحمت حق ان پہ ہو صبح و مسا آہستہ چل

یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

محکمہ مواصلات و تعمیرات صوبہ سرحد ٹنڈر نوٹس

محکمہ مواصلات و تعمیرات صوبہ سرحد کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے مندرجہ ذیل کاموں کے لئے ٹنڈر مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	کام کا نام	تخمینہ لاگت	زر ضمانت	میعاد کی تکمیل	ٹنڈر کھولنے کی تاریخ
۱۔	کنسٹرکشن آف ڈبرین جھنگڑا روڈ میل ۱۰	83000/=	1660/=	ایک ماہ	15-2-87
۲۔	چمکنی کڈ سنگ کے نزدیک رانگوڑا ٹھنی روڈ				
	بڈھنی اکبر پورہ سڑک کی ریسر فیسنگ	60000/=	1200/=	دو ماہ	15-2-87
۳۔	جوئی شیخ میل ۱۰۔ نقصان زدہ سڑک کی مرمت۔	40000/=	800/=	ایک ماہ	15-2-87

درخواستیں برائے حصول ٹنڈر فارم مندرجہ ذیل کوائف کے ساتھ مورخہ ۲۶/۵/۸۷ کو دن کے ۰۵۔۰۰ بجے تک پہنچ چاہئیں۔

- ۱۔ بحیثیت ٹھیکیدار محکمہ میں درج شدہ نام
- ۲۔ رجسٹریشن فیس کی رسید کی فوٹو کپیٹ
- ۳۔ موجودہ کاموں کی فہرست جس میں
- ۱۔ کام کا نام ۲۔ لاگت ۳۔ تکمیل کی میعاد ۴۔ کام شروع کرنے کی تاریخ ۵۔ کام کی تکمیل کی میعاد
- ۶۔ موجودہ کاموں کی فہرست جس میں تخمینے کے متعلق اندراج ہو۔
- ۴۔ مندرجہ بالا کاموں کے لئے ٹنڈر فارم مستحق ٹھیکیداروں کو مورخہ ۲۶/۵/۸۷ کو دن کے ۰۵۔۰۵ بجے سے ۰۵۔۱۵ بجے تک جاری کئے جائیں گے۔ اور ۰۵۔۱۰ بجے وصول کئے جائیں گے ۰۵۔۱۰ بجے کھولے جائیں گے۔
- ۵۔ زر ضمانت بصورت کال ڈیپازٹ بحق ایسٹن ہائی وے ڈویژن پشاور ٹنڈر فارم کے ساتھ منسلک ہونا چاہئے
- نقد رقم بطور ضمانت قابل قبول ہوگی۔
- ۶۔ مشروط نامکمل یا بذریعہ تار کے ذریعے ٹنڈر قابل قبول نہیں ہوں گے۔
- ۷۔ افسر مجاز کو حق حاصل ہے کہ بلا اظہار وجوہ کسی یا تمام ٹنڈروں کو مسترد کر دے۔
- ۸۔ مزید معلومات دفتر ہذا سے کسی بھی یوم کار دفتر اوقات میں حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

ایکسٹن ہائی وے ڈویژن

پشاور۔ فون 76063

INF (P) 436

- * پارلیمنٹ میں فتنہ قادیانیت کا تعاقب
- * الحق کے مضامین مرغوب خاطر اور غذائے روحانی ہیں
- * عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مخلصانہ اپیل
- * تہافت المغرب
- * علامہ سمعانی سے ملاقات

افکار و تاثرات

پارلیمنٹ میں فتنہ قادیانیت | ہفت روزہ تکبیر کراچی کی تازہ اشاعت ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء میں گوشوارہ کا تعاقب کے عنوان کے تحت جناب ابن الحسن نے سینٹ میں مولانا سمیع الحق جنرل سکریٹری جمعیتہ علماء اسلام کے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے متعلق ایک ریمارکس کو غلط سمجھ کر چند مفرور غصے قائم کر کے اصل حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور پارلیمنٹ میں علماء حق کی حق پسندی اور اظہار حق کو بھی تعصب قرار دے کر ایمان و کرم کی کمزوری تک بات بڑھا دی ہے غ

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حیرت ہے کہ تکبیر جیسے سنجیدہ اور محتاط پرچے کے لکھنے والے بھی بعض اوقات جہان بوجھ کر یا واقعہً نا سمجھی سے حقیقت کو خرافات میں کھودیتے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ سینٹ میں جناب کوثر نیازی کی تحریک التوار کے جواب میں جب ایک وزیر بات دبیر نے سرکارِ نادر کی صفائی میں لب کشائی فرمائی تو اس موقع پر سینٹر مولانا سمیع الحق نے ارکان پارلیمنٹ پر اصل حقیقت و اشکاف کر دی کہ ٹری اسٹ (اٹلی) میں واقع سائنسی انسٹی ٹیوٹ میں مشہور سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے جو بی بی سی لندن کو انٹرویو دیتے ہوئے پاکستانی طلبہ کی قلت، عدم رجحان اور لاپرواہی کی شکایت کی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ پاکستانی قواعد و ضوابط اس کے لئے رکاوٹ بنے ہوئے ہیں یا طلبہ میں فنی اور سائنسی تعلیم کا رجحان کم پایا جاتا ہے بلکہ دراصل واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ اس کے پس منظر میں ڈاکٹر عبدالسلام کی اصل تحریک اور مشن کی تکمیل کو نقصان پہنچا ہے۔ چونکہ ٹری اسٹ کے سائنسی انسٹی ٹیوٹ تک سائنسی اور اخلاقی سے فائز المرامی تک سارے مراحل، ڈاکٹر صاحب موصوف اور اسی گروہ سے تعلق رکھنے والے دوسری برگزیدہ شخصیتوں کی ممنونیت، احسان مندری، شرائط کی جگہ بندی، مخصوص ذہنی تربیت، اور ایک مخصوص گروہ کے مفادات کے تحفظ کے معاہدوں اور مضبوط ضمانتوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو اہل ایمان اور غیرت مند مسلمان کے ایمان و کرم دار اور توجید و رسالت سے غداری کے مترادف ہے۔ جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے پارلیمنٹ میں یہی کہا تھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام اور اس کے پیش رو مسٹر ظفر اللہ اس راہ سے اب تک کتنے اہل ایمان اور نوجوان طلبہ کی جمیست اسلامی کا جھٹکا کر چکے ہیں۔ انہیں ہدایت اور صراطِ مستقیم سے بھٹکا کر جہنم کے گڑھوں میں

اوندر سے منہ دھکیل چکے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے ارکان پارلیمنٹ پر واضح کیا کہ پاکستانی طلبہ میں سائنسی تعلیم کا رجحان اور اس فن میں کمالات کے حصول کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے اور الحمد للہ کہ وہ سائنسی علوم میں مہارت کی وجہ سے دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے ہیں مگر یہاں کے غیور مسلمان ایک معروف قادیانی ڈاکٹر عبد السلام کے ذریعہ اپنے بچوں کا جھٹکا نہیں کرانا چاہتے اور یہ ساری باتیں سینٹ کے بیکار ڈپٹی موجود ہیں۔ مگر ابن الحسن صاحب نے سباق و سباق سے بہت کہ صرف یہی لکھا کہ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ وہ چونکہ قادیانی ہے اس لئے تحریک ہستہ کر دیں۔

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں

وہ بات ان کو بڑی ناگوار گذری ہے

ابن الحسن صاحب نے اپنی تحریر کے آخر میں عبد السلام قادیانی کی کوششوں کا پاکستان کے سائنسدانوں کی ترقی و کمال میں بڑا دخل قرار دیا ہے۔ ہمیں حیرت ہے کہ انہیں اصل واقعاتی حقائق کی پردہ پوشی کی کیوں کر جرأت ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام قادیانی اور اس کے آقا و مرشد سرخضر اللہ کے ہاتھوں پاکستان کے اعلیٰ تنصیبات سپاہی ساکھ، قومی سالمیت، ملی یکجہتی اور ایمانی سلامتی کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ ملتان اسلامیہ کے ناسور اور عجمی اسرائیل (قادیانی نبوت) کی جس طرح یہ لوگ حمایت و سرپرستی اور بین الاقوامی سطح پر اس کے تحفظ اور مشن کا تکمیلی کردار ادا کر رہے ہیں اس سے اعراض و چشم پوشی ایک بہت بڑا قومی جرم اور ملی المیہ ہے۔ اس سلسلہ کے مستند اور ناقابل تردید اور مضبوط شواہد اور قطعی واقعات کی روئیدار تفصیل مؤثر المصنفین اکوڑہ خشک کی اشاعت "قادیان سے اسرائیل تک" میں ملاحظہ فرمائیے۔

جناب مولانا سمیع الحق کی ڈاکٹر عبد السلام قادیانی کے متعلق پارلیمنٹ میں تازہ ترین گفتگو جس پر ہفت روزہ تکبیر کے کالم نویس جناب ابن الحسن برا فروختہ ہیں) ان کے گزشتہ سال کے اظہار حق اور پارلیمنٹ میں اظہار کلمہ الحق کا ایک لاحقہ اور تتمہ ہے جب لندن میں ڈاکٹر عبد السلام کے مذہبی پیشوا مرزا طاہر نے اپنے آقا بن ولی نعمت کی خوشنودی کے رے پیشین گوئی کی تھی کہ:-

"اب پاکستان توڑ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور یہ ملک صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا۔"

تو مولانا سمیع الحق نے پارلیمنٹ میں مرزا صاحب کی اس تحریر کی کیسٹ سنانے اور ملکی و قومی مجرموں کو بے نقاب کر کے قرار واقعی سزا دے کر عدل و انصاف قائم کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس وقت وزیر قانون بھی اب کے وزیر با تدبیر کی طرح وکیل صفائی بن گئے تھے۔ جناب ابن الحسن کے دو صفحات کے مفصل مضمون میں زور تحریر اور

یہاں انداز میں جس انتہا پسند تخیل اور بے جا تعصب کی حکاکسی کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے انشورول کے طرز فکر اور زاویہ نظر میں کس قدر تنگیوں اور کتنی وسعتیں ہیں اور کن کے لئے؟

(عبدالقیوم حقانی - دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

الحق کے مضامین مرغوب خاطر بلاشبہ کذب بیانی و آمیزش مبالغہ عرض ہے کہ الحق کے مندرجات، گراں قدر اور غذائے روحانی ہیں! مقالات، بلند پایہ مضامین، دھلی دھلائی نگارش، مرغوب خاطر اور غذائے روحانی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ میں اک اک سطر سے استفادہ کرتا ہوں۔ مستفیدین کا ایک غول ہے جن میں یہ صحیفہ کیے بعد دیگرے گھومتا ہے۔ اور کبھی کسی ظالم کو اتنا پسند ہوتا ہے کہ وہ اس کے سرقہ کو بھی جائز سمجھتا ہے۔ میں بھی مجبوراً فقط عوام پر ہمارے حکم پر عمل نہیں کرتا۔

ایک بار مجاہد اعظم مولانا عبید اللہ سندھی المغفور ہمارے ہی غریب خانہ پر اس شان سے وارد ہوئے کہ گریبان چاک، سراقدیں کلاہ فضیلت سے بے نیاز، اور قدم سیاست کی پر خار وادی کو خون سے لالہ زار بنانے کے لئے برہنہ، میری والدہ مرحومہ نے والد مرحوم حضرت علامہ کشمیری سے مجذوب سندھی کی بلند پایہ کلمات میں تعریف سنی تھی۔ جب اندرون خانہ اس حال زار کی اطلاع پائی تو فوراً بازار سے سندھی مرحوم کے لئے قیمتی جوڑا مہیا کر آیا۔ مولانا مرحوم ہمارے ہاں سے اٹھ کر قریبی مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے تو کسی ستمگر نے یہ نیا جوڑا صاف کر دیا اور مٹھک یہ کہ مرحوم کے سامنے ہی جب برہنہ پا پھر ہمارے یہاں تشریف فرما ہوئے تو باب استفسار کیا گیا کہ حضرت جوڑا؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ بھائی ایک صاحب نے اٹھالیا۔ کیا آپ کے سامنے؟ جی ہاں! غالباً وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند تھا۔

میں بھی الحق کے راقین کے بارے میں یہی سوچ لیتا ہوں۔ پاکستان سے بے پناہ جبرائیدہ رسائل نکل رہے ہیں۔ بلکہ سنا ہے کہ ”میرپور کشمیر سے کوئی رسالہ بیا دگار والد مرحوم بھی، مگر مجھ کندہ نائراش کو کون یاد رکھتا، آپ کے شمارہ سے حضرت المحترم سید الافاضل حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں وہ ہماہ روحانی حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ تو کیا آپ اس سعادت سے مجھے محروم کریں گے؟ حضرت اقدس سے نیا زمندانہ سلام عرض کر دیجئے۔ اور اگر بار خاطر نہ ہو تو پورے حلقہ احباب سے، خدا کرے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں۔

انظر شاہ ابن انور شاہ کشمیری (دیوبند)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانیوں نے ”قادیان“ کے بعد ”ربوہ“ میں اپنے قتل اور دہشت گردی کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مخلصانہ اپیل جاری رکھتے ہوئے بیرون ربوہ ”چیچا وطنی“ کے نوجوان مسلمان غلام رسول کو شہید کیا۔ خضدار میں بُشری نامی مسلمان لڑکی کو شہید کیا۔ مولانا حبیب اللہ آف لارکانہ بہرہ پر کے چوہدری

نعمت علی کوٹھہر کیا۔ سہیل بھٹیا، بشیر احمد و انظر رفیق کو شہید کیا۔ صبح کی نماز پڑھتے ہوئے رمضان المبارک میں مسجد منزل گاہ سکھس پر بم مارا۔ دو مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہوئے۔ مولانا محمد اسلم قریشی کو اغوا اور قتل کیا۔ مرزائی اس قسم کی بے شمار دہشت گردیوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان غنڈہ گردیوں کے باوجود خود کو عالمی اداروں کے سامنے مظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حال ہی میں پاکستان کا دورہ کرنے والے "انٹرنیشنل جیورسٹس" کے سامنے بھی اسی دھوکہ دہی سے کام لیا۔

ان کی دہشت گردی اور واردات کے بہت سے واقعات آپ کو ذاتی طور پر اخبارات و رسائل کے ذریعہ یا قرب و جوار میں پیش آنے کی بنا پر معلوم ہوں گے۔

"عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت"، ایسے المناک واقعات پر مشتمل ایک یادداشت مرتب کرنا چاہتی ہے۔ آپ اس اس سلسلہ میں اپنی ذاتی معلومات، اخبارات و رسائل کے کٹنگ، دوست و احباب سے سنے ہوئے واقعات تحریری طور پر بھیج کر اس مٹی خدمت میں تعاون فرمائیں۔ (مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)

علامہ سمعانی سے ملاقات | ماہنامہ الحق میں مولانا عبدالقیوم حقانی کی تحریر "علامہ سمعانی سے ملاقات"

ایک نہایت ہی مفید اور حسین سلسلہ ہے۔ علامہ ابو سعید عبدالکریم بن محمد السمعی کی کتاب "الانساب" کا قلمی نسخہ جو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے کتب خانے میں محفوظ ہے، اپنے موضوع کی جدت اور اہمیت کے پیش نظر اس لائق ہے کہ اسے زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ جس میں موشیوں، کسانوں، چرواہوں، دست کاروں صنعت کاروں، تاجروں، کاریگروں، پارچہ بانوں، پارچہ فروشوں، درزیوں، دھوبیوں، روغن سازوں اور روغن فروشوں، قصابوں، حلوائیوں، آٹا پیسنے والوں، صابون سازوں اور صابون فروشوں، صیقل گروں، شیشہ گروں، لوہاروں، بڑھائیوں، لکڑہاروں، شکاریوں اور مزدوروں، الغرض معاشرے کے مختلف پیشوں سے منسلک اور مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے مشاہیر علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین، معلمین اور ائمہ اسلام کے عجیب اثرا گیز اور انقلاب آفرین تعارفی حالات ۱۰۰۶ قلمی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں مذکورہ بالا طبقات سے متعلق مشاہیر اسلام کو متعارف کرانے کا سہرا علامہ سمعانی کے سر ہے۔ وہاں علامہ سمعانی اور ان کی قلمی تحریر "الانساب" کو اردو میں متعارف کرانے کا سہرا فاضل اجل مولانا عبدالقیوم حقانی فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سر بندھتا ہے۔ علامہ سمعانی کا حقیقت بیان قلم ہے اور اس پر مستزاد مولانا عبدالقیوم حقانی کے طرز بیان، اللہ اللہ! ایسا نقشہ کھینچتے ہیں جیسے قاری خود علامہ سمعانی کی اس بوقاموں محفل علم میں حاضر ہے اور علامہ ہر پیشہ سے تعلق رکھنے والے علماء کا تعارف قاری سے کر رہے ہیں۔

یہ ایک عجیب اثر آفرین تذکرہ ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ قرون

ادنیٰ کے علماء و محققین خواہ کسی بھی عہدہ اور پیشہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ کوئی فاضل ہو مفتی ہو۔ روشن سنا
اور مابلون ساز ہو۔ تاجر یا مزدور ہو تدریس اور معلمی کا کام نہ کرتا ہو اس زمانہ میں یہ بات ناقابلِ فہم تھی۔
ایک آج کا دور ہے کہ موچی، نانائی، قصاب، دھوبی، درزی، روغن ساز یعنی تسلی۔ بومار۔ بڑھئی
مزدوری اور دکانداری کا پیشہ ہندو کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے اس قدر نیچ سمجھا جاتا ہے کہ وہ علوم
ہونے حاصل کرنے کا اہل ہی نہیں سمجھا جاتا اور خود ان پیشوں سے تعلق رکھنے والے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین حاصل
کرنا ان کا کام نہیں ہے ان کا کام تو یہی پیسے (دولت) کمانا ہے۔ یہ تو بس علماء و فضلاء کے خاندانوں سے تعلق
رکھنے والے افراد کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پیشے اسی جہالت کی وجہ سے ہیچ اور حقیر ہو گئے۔ اگر یہ پیشہ ور
اپنے پیشوں کے ساتھ ساتھ خود علم حاصل کرتے اور علم کی اشاعت بھی کرتے دوسروں کو بھی علم بانٹتے تو علم کی
برکت سے کبھی ہیچ اور حقیر ذلیل نہ گردانے جاتے۔

اسلام میں شہید کے ہو کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن علم کی اہمیت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ شہیدوں
کے لہو سے قوانین بنتی ہیں ع

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی جیوت ہے
لیکن علم شہیدوں کو بناتا ہے علم شہید پرور ہے۔ تو کیا علم ان پیشوں سے تعلق رکھنے والوں کو معزز نہیں
بنا سکتا؟ بقول اقبال ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

آج اس بات کا رونا ہے کہ پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ میرے نزدیک اس کا ایک ہی حل ہے
کہ ماضی کی طرح ہر پیشے سے تعلق رکھنے والے علم کے حصول اور علم کی اشاعت کو اپنا فریضہ سمجھیں بلکہ پیشہ بنالیں۔
صدرِ مملکت سے لے کر ایک ادنیٰ چمڑا سی (اگر وہ پڑھا لکھا ہے) تک اپنے ناخواندہ متعلقین کو روزانہ ۱۵ منٹ
بھی پڑھائیں تو خواندگی کا گراں کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ میرے خیال میں علامہ سمعانی کی کتاب "الانساب"
کی وسیع پیمانے پر اشاعت و ترویج بھی اس مسئلے کا ایک حل ہے۔ اخبارات و رسائل اور ریڈیو ٹی وی کے
ذریعے اس کی وسیع پیمانے پر شہیر کی جائے تاکہ ہمارے عوام میں حصولِ علم کا جذبہ موجزن ہو۔ حصولِ علم کسی ایک
خاندان کی میراث نہیں ہے۔ یہ سب مسلمانوں کی مشترکہ میراث ہے۔ اس میں سب کا حصہ ہے یہ الگ یا جگہ کہ
دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدرِ خوار و کچھ کہ

آج کل کے تاجر، صنعت کار اور مالدار زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ چندہ کر کے ایک مدرسہ کھول

دیتے ہیں لیکن نہ تو خود علم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجتے ہیں انہیں سکولوں کالجوں بلکہ کینڈرٹ کالج وغیرہ بھیجتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں رائج اس دہرے تہرے نظام تعلیم سے بھی تعلیم کی اشاعت بڑھی نہیں ہے۔ بلکہ محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ جب تک پاکستان بلکہ تمام اہل اسلام میں بلا لحاظ امیر غریب اور حاکم و محکوم یکساں نظام تعلیم یعنی اسلامی نظام تعلیم رائج نہیں کیا جائے گا خود اندگی کی شرح میں اضافہ ناممکن ہے۔

پھر اس تذکرے میں آج کل کے معلمین اور متعلمین کے لئے بھی ایک سبق پنہاں ہے وہ یہ کہ تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ بچائے دوسروں کے دست نگر بننے کے بقول اقبالؒ

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

حصول علم کے سلسلے میں میرے ساتھ میرے والد صاحب سید عبدالواحد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مثال ہے آپ نے ۸۰ سال عمر پائی۔ اسلامیات پر کتب پڑھنے کا شوق تو آپ کو شروع ہی سے تھا لیکن آخری عمر میں آپ کو قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ بار بار ایک ہی آیت کو دہراتے بلکہ ایک ایک لفظ کو بار بار دہراتے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے عربی سیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ کاغذ قلم ہاتھ میں اور عبدالرحمن طاہر سورتی کی کتابیں ”پیارے نبی کی پیاری زبان“ نظر کے سامنے۔ الفاظ کے معنی اور گردانیں کا پیوں کی کا پیوں لکھ لکھ کر آپ نے سیاہ کر ڈالیں۔ غالباً آپ کے پیش نظر یہ حدیث تھی کہ:-

”جو علم کے حصول کے لئے نکلا اور اسے موت آگئی وہ شہید ہے“ چھپے دنوں انتقال کر گئے۔ آپ علم کی راہ کے شہید تھے۔ قارئین سے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔

بروفیسر حافظ خالد محمد ترمذی۔ ٹانک

تہافت المغرب | امام غزالی کی تہافت الفلاسفہ کی طرز پر مغربی افکار و نظریات، مغربی تہذیب معاشرت مغربی تمدن، مغربی قوانین و اجتماع پر اسلامی نقطہ نظر سے تنقید و تعاقب اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے انفرادی و اجتماعی نظام کی جامعیت اور فضل و تفوق۔

ڈاکٹر عبدالرحمن نجم ماہر نفسیات کی تازہ ترین تالیف ۳۱۶ صفحات پر مشتمل کتاب تہافت المغرب درج ذیل پتہ پر مفت طلب کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن نجم - ۲۲ - افتخار جنجوعہ کالونی - کھاریاں چھاؤنی۔

اعلان گم شدہ | میرا بیچہ خان بادشاہ عرصہ دراز سے لاپتہ ہے جس صاحب کو بھی اس کے سلسلہ میں معلومات ہوں اندراہ کرم درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ اصل بادشاہ۔ موضع تجوڑی تحصیل بکی مروت

تعارف و تبصرہ کتب

فتاویٰ عالمگیری یہ تہ جم مترجم و مؤلف مولانا ابوالسعد محمد صادق مدظلہ چودہ حصہ جس قیمت ۴۰۰ روپے
عربی متن مع اردو ترجمہ ناشر: ناظم نشر و اشاعت مجلس منتظرہ اشاعت فتاویٰ عالمگیری، اعوان ٹاؤن۔

گر جابر ڈی جی پی او۔ راولپنڈی۔

فتاویٰ احناف کی عظیم فقہی و آئینی تحقیقات کا ذخیرہ مختلف ضخیم اور نادر مجموعوں میں پھیلا پڑا تھا۔ عظمیٰ حلقوں میں
سنجیدگی سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ان تحقیقات کے مجموعوں میں سے جمہور اور مفتی بہ احکام منتخب کر کے
ایک جہ جمع کئے جائیں۔ مگر یہ کام انتہائی کٹھن تھا۔ چنانچہ عالمگیری کے دور میں سنجیدگی سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ احناف
کی تحقیقات کی روشنی میں اسلام کے طے شدہ تفصیلی احکام و قوانین پر مشتمل ایک ایسا معتد مجموعہ انتخاب کر کے مدون
کیا جائے جس کی بدولت ایک طرف یہاں نام نہاد دین الہی جیسی بدعات کا سد باب ہو۔ اور دوسری طرف یہاں
کے مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی امور سے متعلق اسلام کے مفتی بہ تفصیلی احکام اس ایک مجموعہ کی بدولت بہت
فراہم ہو سکیں اور بوقت ضرورت منفرق مجموعوں کا احتیاج نہ رہے۔ نیز وہ مجموعہ عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی
کسی اسلامی ریاست میں اسلام کے معتد تفصیلی احکام کے ماخذ کی حیثیت سے استعمال ہو سکے۔

چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۷۳ھ میں مذکورہ مجموعہ فتاویٰ کی تیاری کے اہتمام کے لئے شاہی فرمان
جاری کیا۔ غزنی و بخارا سے لے کر اراکان تک اور کشمیر سے لے کر کرناٹک تک مملکت کے اسیس صوبوں میں سے
اس دور کے نامور اہل علم و ادب کی پوست و پل میں جمع ہوئے۔ جن کی تعداد پانچ سو تک بتائی گئی ہے۔ انہوں نے
فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا کام شروع کیا۔ اور مولانا نظام الدین بدایونی نے اس کی تدوین کے سربراہ تھے۔ بعد ازاں
شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے اس پر نظر ثانی کی۔ اس کی تدوین و تالیف اور ترتیب و پیرقنال پر کام ۱۰۷۳ھ مطابق
۱۶۶۳ء شروع ہوا تھا اور ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۱ء تک جاری رہا۔ مولانا بدایونی نے مختلف موضوعات کے لئے
پانچ سو علمائے ہرین کی ذیلی کمیٹیاں بھی بنائی تھیں اور خود عالمگیری بھی ظہر اور عصر کے درمیان اس کے
مسودوں پر نظر ڈالتے۔

مذکورہ طریق کار سے اس مجموعہ فتاویٰ کی تدوین میں سینکڑوں علماء ربانی نے مسلسل آٹھ سالہ محنت شاقہ کی۔ اور ان کے وظائف اور تدوین کی دیگر ضروریات پر دو لاکھ یعنی موجودہ تقریباً بیس کروڑ مصارف آئے تب چاکر اکسٹھ ہجرتوں پر مشتمل تقریباً ایک ہزار سات سو اڑسٹھ عنوانات پر حاوی نصف لاکھ سے زائد احکام اور ایک لاکھ سے زائد سطور پر مشتمل عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی تحقیقات کا ایسا مجموعہ تیار ہوا جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور سبھی احناف کے ہاں معتد اور مستند ہے۔ فارسی زبان اور اردو میں اس کے تراجم بھی ہوئے بعض ناقص اور بعض بغیر وضع۔

یہ ہمارے تراجم عربی متن سے معرثی تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس عظیم علمی شاہکار کو خوب سے خوب تر کیا جائے چنانچہ مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیری نے اس کی افادیت عام کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ جس کی اہم خصوصیات یہ ہیں۔ یہ ترجمہ عربی متن کا حالی ہے۔ متن حوالہ اور اردو ترجمہ مع حوالہ آئے سامنے ہے۔ اس میں سابقہ مندرجہ عنوانات بطور وفعات اور ان میں درج احکام بطور شریعت قرار دے کر شہاریات کا انتہام کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ حاشیہ پر حاشیہ تائید معلوماًتی اور احکام میں باہمی رابطہ پیشکش سوانحی موجود ہیں۔ چودہ جلدوں میں اب تک جو احکام شائع کئے جا چکے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۹۔ عنوانات ہیں طہارت کی مکمل بحث۔ ۳۲ عنوانات پر مشتمل نماز کے احکام۔ ۳۲ عنوانات میں زکوٰۃ کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ روزہ کے متعلق ۹ عنوانات۔ حج کے بارے میں ۳۳ عنوانات۔ ۱۳ عنوانات میں عقائد کے متعلق مرتدین کے احکام۔ ۲۰ عنوانات میں حدود کی مکمل بحث۔ ۹ عنوانات قصاص و دیت وغیرہ کے بارے میں ہیں ۱۵ عنوانات ذکر مسجد وغیرہ کے متعلق ہیں۔ اور ۲۰ عنوانات نکاح سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابتداء میں تعارف کے طور پر ۸۶ صفحات پر مشتمل ایک مستقل رسالہ بعنوان علمی شاہکار شائع کیا گیا ہے جس میں فتاویٰ عالمگیری کی تاریخ اور پس منظر امام ابو حنیفہ اور اس کے سائندہ و تلامذہ کا مختصر تعارف۔ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شریک چند علماء کبار کے حالات زندگی اور اس کے ساتھ موجودہ ترجمہ کے خصائص اور مجلس منتظمہ کے ناظم اعلیٰ مولانا ابوالسعید محمد صادق صاحب کے سوانحی خاکہ نے اس میں کافی نکھار پیدا کیا ہے۔

اس پس منظر میں اگر بغور دیکھا جائے تو مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیری نے وقت کی اہم ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ تمام عالم اسلام عموماً اور جمہور احناف بالخصوص ان کے شکر گزار ہیں گے۔ جس میں ترتیب سلیقہ اور عرق ریزی سے فتاویٰ عالمگیری پر کام مجلس کی جانب سے جاری ہے اگر یہ اسی انداز سے جاری رہے تو ہر طبقہ خواہ وہ علماء ہوں یا وکلاء۔ الدیاب علم و دانش ہوں یا اصحاب فکر و نظر ان سب حضرات کی جانب سے مجلس کی مکمل پذیرائی ہوگی۔

UNIFORM

یونیفارم

گڈ لکچر
مؤتم میرٹ
ادارہ پیشین

جدید ترین آؤٹ فٹ
تجربہ کار مامورین کی زیر نگرانی اختیار کردہ

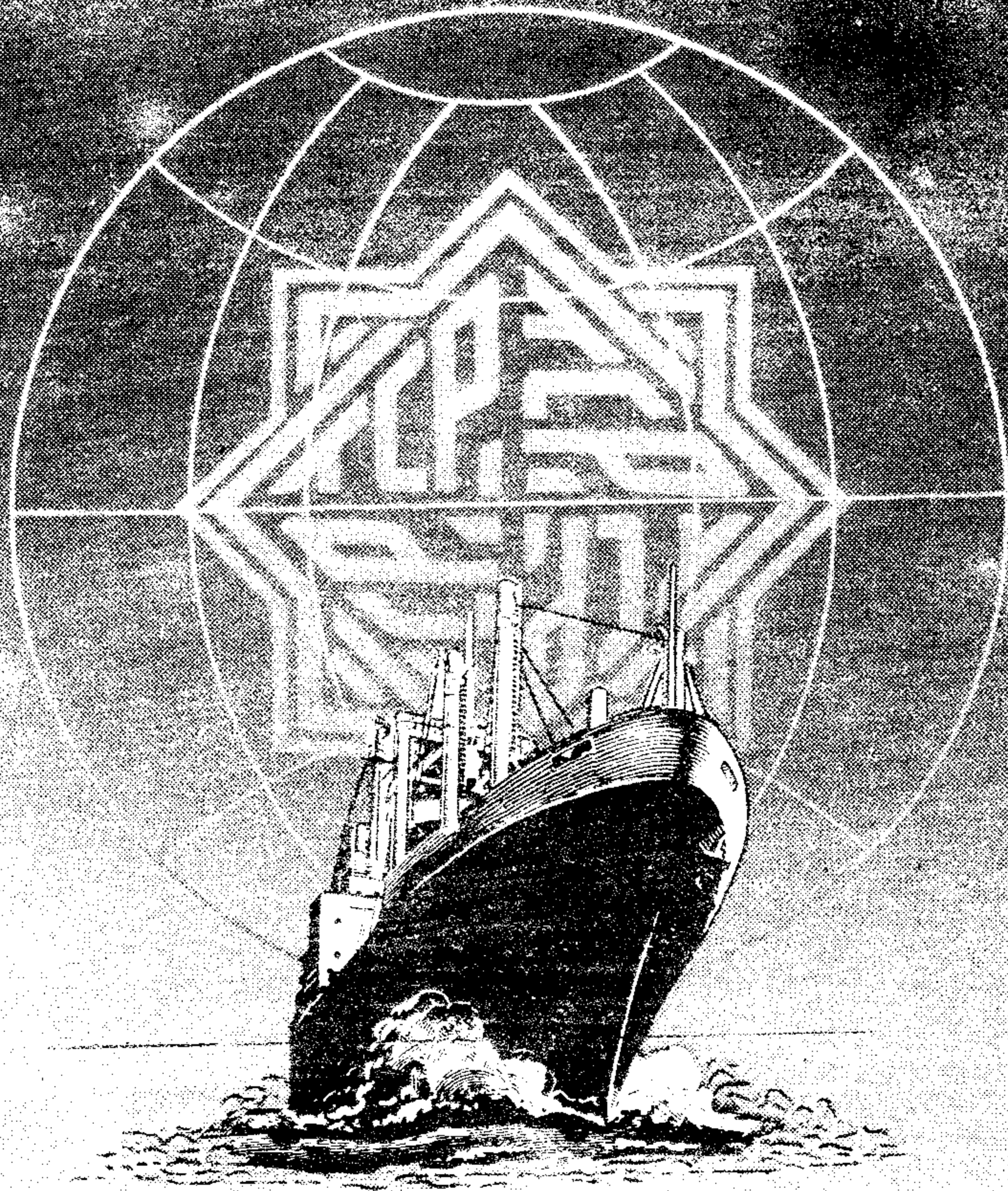
میتا کر کے: یونیفارم فورم انڈسٹریز لمیٹڈ (لاہور پاکستان)

بابا بھائی رائے اویسٹری

66754
66933

UNIFORM

نیسی پی ایک کامیاب بین الاقوامی رابطہ



ہماری ضمانت

- بروقت ترسیل
- بہترین خدمات
- مناسب قیمتیں
- معیاری کوالٹی کنٹرول

ٹریننگ کارپوریشن آف پاکستان لمیٹڈ

پریس ٹرسٹ ہاؤس۔ آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی۔ پاکستان

ٹیلیفون : ۱۹-۵۱۵-۲۱ (۵ لائنیں) ٹیلیگرام : TRACOPK نیکیس : 2784 TCP PK





TREVIRA®

ANOTHER TWINKLING
ADDITION IN THE GALAXY
OF STAR FABRICS

AND IT'S

• SANFORIZED •

REGD. LTD. MARK.

- BLENDED FABRICS
- CREASE RESISTANT
- WASH-N-WEAR
- MERCERISED



Star TEXTILE MILLS LTD., KARACHI

makers of the finest poplins



مطبوعات مؤتمَر المصنِّفین

دعواتِ حق

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مظاہر کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت و اخلاق و معاشرت علم و عمل غرور و زوال نبوت و رسالت شریعت و طریقت ہر پہلو پر حاوی کتاب صفحات ۶۷۵، بہترین ڈائی وار جلد، قیمت ۴۵ روپے — جلد دوم ۴۰ روپے

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ عبدالحق کے دینی و ملی مسائل پر قرار دادیں، مباحث، تقادیر اور قرار دادوں پر ارکان کا رد عمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد کی مدلل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک عالمانہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں بے نیاز نہیں ہو سکتیں صفحات ۴۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبادیت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقادیر کا مجموعہ، بندگی اور اس کے آداب، عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبوبیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۸۸، قیمت ۳ روپے

مسئلہ خلافت و شہادت

مسئلہ خلافت و شہادت حسین، تعدیل صحابہ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ صفحات ۱۰۴، قیمت ۳ روپے۔

اسلام اور عصرِ حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق عصرِ حاضر کے تمدنی معاشی، اخلاقی، سائنسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا موقف، عصرِ حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرقہ باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزار حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مظاہر صفحات ۶۴، جلد نہمی ڈائی وار قیمت ۴۰ روپے

قرآن حکیم اور تعمیرِ اخلاق

از مولانا سمیع الحق تعمیر اخلاق، اصلاحِ نفس میں قرآن حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرز عمل اخلاقی پہلو۔ قیمت ۳ روپے۔

الحادی علی مشکلات الطحطاوی

کا ملبورج اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے تشریحات طحطاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت ۴ روپے

ہدایۃ القاری صمیم البخاری

شرح عربی مدرس مفتی دارالعلوم بخاری شریف کی قدیم مبسوط شرح اور امامی اکابر سے تربیت یافتہ مفتی کا خلاصہ، مختصر اور بجا شرح جلد اول صبح بخاری پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی

از مولانا محمد حسن جہان صاحب حقانیہ بخاری شریف کی کتاب اور حدیث و حدیث ربیر کے متعلق تحقیقی مباحث قیمت ۴ روپے

پسندیدہ و ناپسندیدہ باتیں

اللہ تعالیٰ ہی پسندیدہ و ناپسندیدہ باتیں قدس سرہ کی غیر مطبوعہ کتاب انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

ارشادات حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد رفیع مہتمم دارالعلوم دہلوی دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۵۰ روپیہ۔

مؤتمَر المصنِّفین دارالعلوم حقانیہ کوڑہ خشک ضلع پشاور۔ پاکستان